ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۴۵ — قیمت بارہ روپے — جون ۱۹۹۹ء



مطلعِ انوارِ حق آمد نوای صوفیه

سروده: دکتر محمد حسین تسبیحی (رها) محقق بزرگ ایرانی

مطلعِ انوارِ حق آمد نوای صوفیه — مطلعِ اعلای حق آمد نوای صوفیه

جلوهٔ نوربخشیه دارد همیشه این نوا — همچو خورشیدِ شفق آمد نوای صوفیه

نوربخش و نورگستر در طریق عاشقی — محورِ درس و سبق آمد نوای صوفیه

حرفِ حق گوید هماره با بیانِ حق نواز — تابعِ ربِّ الفلق آمد نوای صوفیه

بخشش و کوشش کند غازیؔ نعیم دلبری — مشعلِ طبِّ اصدق آمد نوای صوفیه

ارضِ بلتستان و سر تا سر زمینِ پاکدل — قدرتِ اظهار حق آمد نوای صوفیه

رهنمای درس و بحث و فقه و اسلامی علوم — مانعِ هر گونه زرق آمد نوای صوفیه

جمله مسئوولان به خوبی صف شکن در هر سؤال — حیدرِ کرار شرق آمد نوای صوفیه

هر کسی اردو بداند فایده بهتر برد — طاقت و قوت و رمق آمد نوای صوفیه

فقه احوط آمده از فقه نوربخشی به ما — کاغذِ زرین ورق آمد نوای صوفیه

سیرتِ پاکِ نبیؐ، تفسیر قرآن اندر آن — ماهِ نو گردیده شق، آمد نوای صوفیه

شهرتِ الفاظِ صوفیه بود مرهونِ دل — دافعِ هر غسق آمد نوای صوفیه

گر نخوانی تو نوای صوفیه چون جانِ جان — می شوی گول و دمق، آمد نوای صوفیه

پایهٔ مهر و محبت بر بیانِ نوربخشؒ — خلقِ انسان از علق، آمد نوای صوفیه

ای که داری حالتِ وجد و تواجد در ادب — بر ضمیرت رفته دق آمد نوای صوفیه

حاصلِ سوز و گداز عاشقان را بشنوید — محفلِ شوق و شهق آمد نوای صوفیه

من که از راه محبت بهره ها دارم به دل — چون سحاب رعد و برق آمد نوای صوفیه

صحبتِ پیر و جوان و رهنمای مردمان — بر جبین ما عرق آمد نوای صوفیه

آن بشیرؔ و غازیؔ و معروفیؔ و ذاکر همه — جذبه و ذوق و زعق آمد نوای صوفیه

این "رها" همواره دارد انتظار این نوا — می سراید حرف حق آمد نوای صوفیه

انٹرنیٹ پر نوائے صوفیہ، سلسلۃ الذہب اور مسلک نوربخشیہ کا ایڈریس درج ذیل ہے۔

1. http://www.geocities.com/Athens/Crete/2994
2. http://www.geocities.com/Tokyo/Gulf/4954

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم ' مدیر: علامہ محمد بشیر ' آرٹ ڈیزائننگ: جی ایچ معروفی

نوائے صوفیہ میں چھپنے والے تمام مضامین اور خبروں کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے

خط و کتابت کا پتہ: 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

تذکرو تفکر (اداریہ)	امید مغفرت	ڈاکٹر غازی محمد نعیم
فقہ	مجموعہ شریعت محمدیہ ﷺ	ابو العرفان علامہ محمد بشیر
سیرت	سیرت طیبہ ایک نظر میں	مسز جی ایچ معروفی
ہمدانیات	احوال و آثار شاہ ہمدانؒ	ڈاکٹر آغا ہمدانی و ڈاکٹر محمد ریاض
نوربخشیات	تعارف صوفیہ نوربخشیہ	مولانا انور الکوروی
روح اور روحانیت	قلب اور اقسام قلب	مولانا انور الکوروی
فقہی مسائل	آپ کے مسائل اور ان کا حل	ابو العرفان علامہ محمد بشیر
اخبار التصوف	دنیائے تصوف کی خبریں	جی۔ ایچ معروفی
نامہ سالک	قارئین کے خطوط	ایم۔ اے شاہد

فکر و تذکر (اداریہ)

اُمیدِ مغفرت

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن مجید میں خالق حیات و کائنات نے اہل ایمان کو متعدد مقامات پر دعا مانگنے کے انداز سکھائے ہیں۔ یہ قرآنی دعائیں اہل ایمان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ جس ذات والا صفات سے انسان نے اپنی حاجت روائی کرانی ہو وہی ذات اسے مانگنے کے وہ گر سکھا رہی ہے کہ اس خاص انداز سے مانگنے والے کا سوال شاید کبھی رد نہ ہو۔ ایک ایسی ہی دلنشین دعا یہ ہے۔

ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ج ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہٗ علی الذین من قبلنا ج ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ ج واعف عنا وقفہ واغفرلنا وقفہ وارحمنا وقفہ انت مولنا فانصرنا علی القوم الکفرین O

اے ہمارے رب ہمیں مت پکڑ اگر ہم بھول گئے یا ہم نے خطا کی۔ اے ہمارے رب ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا۔ اے ہمارے رب ہم سے وہ چیز مت اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اور ہمیں معاف کر اور ہم کو بخش اور ہم پر رحم کر۔ تو ہی ہمارا دوستدار ہے پس کافروں کی قوم کے اوپر ہم کو مدد دے۔

اس خوبصورت دعا سے قبل مالک حقیقی اعلان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت اور استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

قارئین کرام اتنی سی بات کس کو معلوم نہیں ہے کہ اس کائنات اور اس میں بسنے والی جملہ مخلوقات کا خالق حقیقی وہی رب العلمین ہے۔

وہی رب العلمین ہے جو اس تخلیق کے اصلی مقصد اور مدعا سے بھی خوب واقف ہے۔

وہی رب العلمین ہے جو اپنی مخلوق کے آغاز و انجام کار سے بھی سب سے زیادہ باخبر ہے۔

وہی رب العلمین ہے جو ہر مومن و کافر کی خلوت و جلوت کے پل پل کے عمل اور فکر و ارادہ کی بھی سب سے زیادہ خبر رکھتا ہے۔

وہی رب العلمین ہے جو اپنی مخلوق کی جملہ کمزوریوں سے بھی بخوبی واقف ہے۔

وہی رب العلمین ہے جو اپنی مخلوق سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔

پس ایسی ذات کے بارے میں ایسی بدگمانی رکھنا اس کریم رحیم کے شایان شان ہرگز نہیں کہ وہ نعوذ باللہ اپنی مخلوق کو ناحق تکلیف میں ڈال کر خوش ہوگا۔

پیار کی علامت

ہم اپنے ایک گزشتہ مضمون میں خیال آرائی کر چکے ہیں کہ ابتدائی مذاہب (آسمانی مذاہب نہیں) انسانوں کے خوف کی پیداوار تھے۔ ان دنوں میں انسان مظاہر فطرت کی بے پناہ طاقت کے مقابلے میں خود کو نہایت کمزور اور بے بس پاتا تھا۔ سیلاب آتے، زلزلے آتے، قحط پڑتا، آندھی طوفان آتا، وبائیں پھوٹتیں تو وہ سمجھتا کہ کوئی مافوق الفطرت ہستی اس سے ناراض ہے اور یہ مصائب اور بلائیں اسی ناراضی

کا شاخسانہ ہیں چنانچہ اس مافوق الفطرت ہستی کا جو خیالی پیکر اس نے تراش لیا تھا وہ خدوخال میں شباہت انسانی سے مماثلت رکھنے کے باوجود خاصا ہیبت ناک اور دہشت ناک تھا۔ ایسے دیوتاؤں اور دیویوں کے خیالی پیکر تقریباً تمام دیومالائی قصوں اور قدیم مذہبی تصورات میں عام تھے۔ ان دیوی دیوتاؤں کے قہر و غضب سے بچنے اور ان کو خوش کرنے کے لئے ہر سال مخصوص تہوار منا کر جان و مال کی قربانی پیش کی جاتی تھی۔ ان عذاب کے دیوتاؤں کے مقابل محبت اور رحم کے دیوتاؤں کے تصورات موجود تھے مگر مجموعی طور پر انسانی ذہن پر خوف کا غلبہ تھا۔

آسمانی مذاہب نے جہاں توحید کا پرچار کیا وہاں پہلی بار خدا کو سراسر خوف کی علامت بنانے کے بجائے پیار کی علامت کے طور پر پیش کیا اگرچہ قرآن کریم کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اس میں بھی حد اعتدال سے تجاوز کر گئے تھے اور انہوں نے ایسے فرضی تصورات تراش لئے تھے جنہیں حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ بنو اسرائیل کا خود کو خدا کی لاڈلی مخلوق سمجھنا اور یہ خام امید رکھنا کہ بے شک وہ جتنے گناہ کیوں نہ کریں آتش دوزخ انہیں بھی چھو نہیں سکے گی اور عیسائیوں کا یہ باطل عقیدہ کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے اور جملہ عیسائیوں کے تا قیامت جملہ گناہوں کے کفارے کے طور پر انہیں مصلوب کیا گیا عقل سلیم کے لئے یقیناً ناقابل قبول ہیں۔ بلکہ جدید نظام فکر میں جہاں کائنات کے ہر مظہر کے لئے ایک علت و معلول (cause and effect) کا ہونا لازمی خیال کیا جاتا ہے یہ فرض کرنا غلط ہے کہ اس امر سے قطع نظر کہ کسی انسان کے عقائد و اعمال نیک ہیں یا بد وہ کسی مخصوص گروہ اور قوم سے تعلق رکھنے کی بنا پر نجات کا حق دار ٹھہرے گا۔

دوسری طرف یہ بھی زیادتی ہے کہ خالق حقیقی کے پسندیدہ دین پر ایمان لانے کے بعد اور اس کی ذات و صفات کی سچائی، اس کے پیغمبروں، نبیوں اور کتابوں کو مان لینے کے بعد اور حتی المقدور عبادت و عمل کرنے کے بعد اس کی رحمت کا امیدوار رہنے کی بجائے مایوس ہو جائے اور خدائے غفور و رحیم سے حسن ظن رکھنے کی بجائے وہ ظن رکھا جائے کہ وہ آخر کار کسی نہ کسی بہانے سے آپ کو یقیناً داخل دوزخ کرے گا۔

اسلام نے جو دین فطرت ہے جب خدا تعالیٰ کی شان کبریائی اور اس کے قہر و غضب کو معتدل اور متوازن انداز میں پیش کیا ہے اسلام نے اللہ رسول اور یوم آخرت پر ایمان لانے، حسب توفیق نیکی کرنے اور اللہ کی رحمت کے خواستگار رہنے والوں کو مغفرت و رحمت کی بشارت دی ہے اور اس کی ذات اور دین کے انکار کرنے والوں اور اس کی ذات و صفات میں شرک کرنے والوں کے لئے عذاب کی وعید سنائی ہے۔

لیکن بدقسمتی سے ہمارے عہد کے علمائے دین نے رب العلمین کی ذات کو محبت، رحمت اور مغفرت کی علامت کے طور پر بہت کم پیش کیا ہے اور اس کے قہر و غضب کا پہلو خوب اجاگر کیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ لوگ دین کے نام سے متوحش اور بیزار نظر آتے ہیں۔ آج کی مادہ پرست دنیا کا ہارا ہوا انسان سکون و محبت کی تلاش میں جب دین کے دامن میں پناہ ڈھونڈنا چاہتا ہے تو انہیں نام نہاد علمائے دین کی ہولناک وعیدیں دین کے نام سے ہی گھبرا کر بھاگ اٹھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اسی صورت حال کو مولانا الطاف حسین حالیؔ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

واعظو آتش دوزخ سے جہاں کو تم نے
وہ ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت

دوسرے لفظوں میں یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ ہمارے واعظوں نے خدا کو خوف کی علامت بنا دیا ہے۔

اس خوف کا نتیجہ

انگریزی زبان کے ایک مشہور مقولے Excess of everything is bad یعنی کسی بھی چیز کی زیادتی نقصان دہ ہے

کے مصداق خوف بھی اس حد تک تو ایک تعمیری اور حیات بخش قوت ہے کہ اس سے انسان کی سیرت و کردار میں نظم و ضبط پیدا ہو، وہ حد اعتدال سے تجاوز کرنے سے گریز کرتا رہے اور مجموعی طور پر انسانی معاشرے میں امن و آشتی کو فروغ ملے لیکن خوف کی ایسی صورت مستحسن نہیں کہ اس سے فکر و عمل کی تمام قوتیں سلب ہو جائیں، انسان مستقلاً احساس جرم کا اسیر بنا رہے اور قطعی قنوطیت کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم سے بھی محروم رہ جائے جیسا کہ بدقسمتی سے آج ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تبلیغ دین کے نام نہاد دعوے داروں نے ہمارے معاشرے کے افراد کی اکثریت کو ایسے ذہنی اور نفسیاتی مرض میں مبتلا کر دیا ہے کہ یہ لوگ ہمہ وقت ایک احساس جرم کا شکار رہتے ہیں۔ انہیں اپنی مغفرت اور نجات کی چنداں امید نہیں ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی ذات سے حسن ظن رکھنے کی بجائے سوء ظن رکھتے ہیں، وہ عزت نفس اور خودداری سے محروم ہیں، ان کے اندر تلاش ذات، اثبات ذات اور تکمیل ذات کے جذبے سرے سے ہی معدوم ہیں۔ وہ ایک مجرمانہ ذہنیت کے شکار بنا دیے گئے ہیں اور نہ صرف انفرادی خوشی اور سکون سے محروم ہیں بلکہ ایک اذیت پسندی psychopathic انداز کو اپنانے کے باعث دیگر افراد معاشرہ کا سکھ چین بھی غارت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ انسان دوستی کی جگہ حسد و عداوت نے لے لی ہے۔ اعلیٰ انسانی قدروں کو پامال کر کے چند رذیل نفسانی خواہشات کی پیروی کی خود غرضانہ روش کو اپنا لیا گیا ہے۔ محبت، رواداری، برداشت اور وسعت نظری کی جگہ، نفرت، عصبیت اور تنگ نظری نے لے لی ہے۔ کسی کو کسی سے بھلائی کی امید نہیں اور ہر شخص تلخی کا شکار ہے اور دوسرے کی ذرا سی بات بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ فرض میں کوتاہی کو برا نہیں سمجھا جاتا بلکہ جو لوگ اپنے فرض سے حقیقی لگن رکھتے ہیں انہیں جنونی سمجھا جاتا ہے۔ غرض یہ ایسا معاشرہ ہے جس کے افراد کی اکثریت خوف، بدظنی اور عدم تحفظ کے احساس سے دوچار ہیں۔

میرے ناقص فہم میں یہ صورت حال اس قنوطیت کا نتیجہ ہے جو خدا کی رحمت اور مغفرت سے مایوس ہو جانے کی باعث اس معاشرے میں پیدا ہوئی ہے۔

خوفِ خدا کی ناگزیری

مندرجہ بالا بیان کا مقصد خدانخواستہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ انسانی معاشرے کے افراد کو خوف خدا اور خشیت الٰہی سے یکسر بے نیاز ہو جانا چاہئے۔ خدا کا خوف نہ ہو تو انسانی زندگی میں سو فیصد حیوانی خواہشات کی حکمرانی ہو جائے گی۔ چونکہ کسی کو بھی سزا اور احتساب کا ڈر نہیں ہو گا اس لئے ہر کوئی من مانی کرتا پھرے گا۔ طاقتور طاقت کے بل بوتے پر کمزور کی حق تلفی کرے گا اور اس کا جینا دشوار بنا دے گا۔ اس لئے خوف خدا ان معنوں میں نہایت ناگزیر ہے کہ یہ معاشرے کی تطہیر اور تعمیر کا اثبات کرے اور تعمیری ارتقائی قوت کا کردار ادا کرے۔ خوف کی وہ صورت مذموم ہے جہاں وہ ایک نفسیاتی بیماری کا موجب بن جائے اور انسان کے فکر و ارادہ اور خواہش خیر کو مفلوج کر دے۔

نجات بیم و رجا کے درمیان ہے

نجات یقیناً ایک سنگلاخ راستہ ہے۔ یہ ایک انسان کے اپنے کردہ اعمال کا نتیجہ ہے اور اس کے حصول کے لئے انسان کو کئی سختیاں جھیلنا پڑتی ہیں اور کئی خواہشات سے منہ موڑنا پڑتا ہے لیکن سو فیصد یقین سے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ صرف نیکیوں کے زور پر ہی کوئی آدمی نجات حاصل کرے گا۔ بلکہ نجات تو خدا تعالیٰ کی رحمت اور توفیق سے ہے۔ انسان کا فرض یہ ہے کہ وہ حتی الامکان رب العالمین کے احکامات کی پیروی کرے لیکن ساتھ ساتھ اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کا اعتراف کرے اور یہ یقین رکھے کہ نجات کا اصل باعث اسی پروردگار کی محبت، رحمت اور مغفرت ہے جس نے اسے وجود کی نعمت سے سرفراز فرمایا، ایمان کی دولت سے نوازا اور حیات دنیوی کے ایک ایک موڑ پر رہنمائی فرمائی۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسے اس بات

کی تاکید کی کہ اس ذات باری کی بے پایاں رحمت سے مایوس نہ ہوا جائے۔ خود خالق و مالک حقیقی اپنے بندوں کو اس امر کی تعلیم یوں فرماتے ہیں۔

لا تقنطوا من رحمة الله

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اے ابن آدم چاہے تمہارے گناہ آسمانوں تک کیوں نہ پہنچے ہوں میں انہیں اپنی شان کریمی سے معاف کر دوں گا بشرطیکہ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

پس معلوم ہوا کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ قابل معافی ہے بشرطیکہ کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوئے بغیر اسی پر بھروسے کرتے ہوئے اسی سے مغفرت کی بھیک مانگی جائے۔

ارباب تصوف کا وطیرہ

مولائے متقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ

اے اللہ میں نے تیری عبادت نہ تو جنت کے لالچ میں کی اور نہ دوزخ کے خوف سے بلکہ اس لئے کی کہ تجھے عبادت کے لائق پایا۔

ارباب تصوف نے بالعموم اور اہل صوفیہ نور بخشیہ نے بالخصوص فکر کی اسی نہج کو اپنایا ہے۔ اہل تصوف کے ہاں ہر عمل کی آخری غرض و غایت رضائے الٰہی کا حصول ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ صوفیہ نور بخشیہ کے ہاں ہر عمل چاہے وہ وضو، غسل ہو، نماز کی ادائیگی ہو، روزہ و زکوٰۃ و جہاد ہو یا کوئی بھی عمل خیر ہو اس کی بجا آوری کا منشا قربة الی اللہ یعنی اللہ کی قربت ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ قربت اسی کی اختیار کی جاتی ہے جس سے پیار ہو۔ جس سے ضرر اور نقصان کا خوف ہو اس سے گریز کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ بات نہایت مستحسن ہے کہ صوفیاء نے خدا کو خوف کی علامت بنانے کی بجائے پیار کی علامت بنا کر پیش کیا ہے۔

دعا اصل حقیقت

چونکہ نجات کا راستہ امید و بیم کے درمیان ہے اور یہ ایک سنگلاخ اور دشوار گزار راستہ بھی ہے اس لئے ہر عقل مند انسان کا بنیادی رویہ یہی ہونا چاہئے کہ وہ حتی المقدور اعمال صالح کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا امیدوار رہے اور اس سے اچھی امید رکھے اور ہمہ وقت اس کے حضور میں عاجزی کے ساتھ یہ دعائیں مانگے۔

۱۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به الخ

۲۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار

۳۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب

۴۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین

یہ قرآنی دعائیں جن کی خود خالق حقیقی نے اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی اہل صوفیہ نور بخشیہ کا پنجگانہ معمول ہیں۔ قرآن کریم میں اسی طرح کی اور بھی متعدد نورانی دعائیں ہیں جن کو اپنا کر آدمی اپنی نجات کی منزل کو آسانی سے پا سکتا ہے۔

یاد رکھئے کہ دعا کی دنیا کوئی تصوراتی دنیا نہیں ہے یہ ایک نہایت حیات بخش نظریہ زندگی اور طریقہ زندگی ہے۔ خدا پر یقین رکھنا، خدا سے محبت کرنا اور اس سے ہمہ وقت دعا مانگنا نہ صرف انفرادی سطح پر آدمی کے اندر ایک مثبت قوت حیات پیدا کرتا ہے بلکہ اجتماعی طور پر ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کا بھی باعث بنتا ہے جس کے افراد رجائیت، عزت نفس، اعتماد نفس، محبت، بھائی چارے اور رواداری کی صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی سوچ اجتماعی ہوتی ہے اور اس اجتماعی سوچ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مثبت معاشرتی اقدار کی برکت سے ان کی انفرادی زندگی میں بھی امن، سکون، مسرت، اور مقصدیت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت اور مغفرت کی امید سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ

زیر العبرہ علامہ محمد بشیر فاضل عربی

59

فیصلی صلوٰۃ ضروریۃ ثمّ یشتغل بمعالجۃ القلب و منع الوساوس والھواجس وقطع العلائق الحسّیۃ و دفع العوائق النفسیۃ و ترک الدنیا و ھو راس کلّ عبادۃ و طلب طبیب جنانیّ وحکیم روحانی یعالج القلوب و یداوی العیوب

ترجمہ :

پس تو ضرورت کی نماز ہی پڑھ لے ، پھر ان کاموں میں لگ جائے۔

۱۔ دل کے علاج کرنے میں

۲۔ وسوسوں اور خیالات کو روکنے میں

۳۔ ظاہری تعلقات کو توڑ دینے میں

۴۔ نفسی رکاوٹوں کو ہٹانے میں

۵۔ دنیا کو چھوڑ دینے میں ، دنیا کو چھوڑ دینا تو ہر ایک عبادت کی جڑ ہے

۶۔ کسی دل کے ڈاکٹر کی تلاش کرنے میں جو دلوں کا علاج کرتا ہو۔

۷۔ کسی روحانی حکیم کی تلاش میں جو عیبوں کی دوا تجویز کرتا ہو۔

وضاحت :

مندرجہ بالا عبارت میں امور ذیل کا بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ ضرورت کی نماز

۲۔ نماز گزار کے معنوی مشاغل کی صورتیں

تفصیل وضاحت :

۱۔ ضرورت کی نماز کا یہ مطلب ہے کہ اگر نماز گزار سات بار تکبیر احرام کو مکرر پڑھنے کے باوجود حضور قلب کی کیفیت پیدا کرنے میں ناکام ہو جائے تو اس کے لئے نماز کے اندر مزید کوئی چارہ کار نہیں، وہ اپنے سے جس قدر ہو سکے نماز کو اس کی مکمل شکل میں بجا لائے۔ یعنی نماز کے جملے ارکان وواجبات کی بجاآوری صحیح معنوں میں کرے تاکہ ظاہری اعتبار سے شرعاً یہ حکم لگایا جا سکے کہ اس نماز گزار نے نماز کی بجاآوری صحیح معنوں میں کی ہے اور وہ بظاہر نماز کی بجاآوری سے سبکدوش ہو گیا ہے۔ تاہم حضور قلب کے فقدان کی وجہ سے معنوی لحاظ سے اس کی نماز ضرورت کی نماز کہلاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں پر نماز کا ظاہری ڈھانچہ تو ٹھیک ہے مگر یہ کمزور جسم کی طرح ہے کیونکہ نماز کی اس جسم میں حرارت عزیزیہ کا فقدان ہے۔ نیت کی تفصیل میں اشارہ گزر چکا ہے۔

۲۔ نماز گزار کے معنوی مشاغل کی صورتیں مجموعہ شریعت محمدیہ میں جو بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ نماز گزار اپنے دل کو زندہ رکھنے کے لئے حقیقی توبہ گزارنے کرے ذکر اللہ میں مصروف رہنے کو اپنا شعار بنائے تاکہ دل مردہ میں زندگی سرایت کر جائے۔ یہی دل کا علاج کہلاتا ہے اور باعث اطمینان قلب ہے۔

۲۔ بے سود تصورات اور بے ہنگام خیالی پلاؤ وغیرہ پکانے کی عادت وہ ختم کرے تاکہ وہ نقصان دہ خیالات اور بے سود آرزوؤں میں کھو جانے سے محفوظ رہ سکے۔ اسی کا نام وسوسوں اور خیالات کو روکنا ہے۔

۳۔ وہ غلط سوسائٹی وغیرہ اپنا کر خواہ مخواہ عاشق زار کی حالت اپنے اوپر طاری کرنے سے کنارہ کش رہے تاکہ وہ سراپا پریشان حال فرد کا مصداق نہ بن جائے۔ اسی کا نام ظاہری تعلقات کو توڑ دینا ہے۔

۴۔ وہ نفس امارہ کی تباہ کن فریب کاریوں کا شکار نہ ہو جائے بلکہ نفس امارہ کے پر فریب اور خوش کن اقدامات کے مقابلے میں عقل سلیم کے تقاضے کو ترجیح دیتا رہے۔ تاکہ وہ حقیقی معنوں میں فرد صابر کہلایا جا سکے۔ اسی کا نام نفسی رکاوٹوں کو ہٹانا ہے۔

۵۔ وہ دنیاداروں اور دنیوی رنگینیوں وغیرہ کو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار نہ ہو جائے۔ بلکہ دنیوی آسائش وغیرہ کو اخروی آسائش کے مقابلے میں بالکل ہیچ سمجھے۔ اس فانی کائنات کے ہر خیرہ کن جلوے کو خس وخاشاک سے بھی کمتر اور پست تر چیز خیال کرے۔ اور اس کا ذہن ہر وقت اخروی زندگی جو لافانی زندگی ہے، کی خوشگواری کی طرف مرکوز رہے۔ اسی کا نام دنیا چھوڑ دینا ہے۔ گویا ترک دنیا ہر ایک عبادت اور نیکوکاری کے لئے شرط کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے جناب امیر علیہ السلام نے دنیا کو ایک سخت نافرمان بیوی سے تشبیہ دی ہے اور اسے تین طلاقیں دینے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

۶۔ اگر نماز گزار کو اپنے دل کے علاج میں دشواری پیش آئے تو وہ کسی ایسے دل کے ڈاکٹر کا متلاشی بن جائے جو آسانی سے اس کے دل کی جملہ معنوی بیماریوں کا مکمل علاج کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو اور وہ اس کی ہدایات پر عمل پیرا رہے۔ اس کے نتیجے میں وہ کامیاب نماز گزار کہلانے کے قابل بن سکے گا۔ گویا دلوں کا علاج کرنے والے کسی دل کے ڈاکٹر کی تلاش کا مقصد یہی ہے۔

۷۔ اگر نماز گزار معنوی لحاظ سے عیب دار ہو وہ خود اپنے عیبوں کی دوا تجویز کرنے میں ناکام ثابت ہوتا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ کسی ایسے روحانی حکیم کا متلاشی بن جائے جو اس کے جملہ معنوی اور روحانی عیبوں کے لئے مفید ترین معنوی دوا تجویز کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو۔ وہ اس کی تجویز کردہ معنوی دوا کا استعمال کرتا رہے۔ تاکہ اس کے جملہ عیوب کا یکسر خاتمہ ہو جائے۔ عیبوں کی دوا تجویز کرنے والے کسی روحانی حکیم کی تلاش کا مقصد یہی ہے۔

یاد رہے کہ نماز گزار سے یہ جملہ مشاغل جہاد اکبر کے حصے ہیں لہذا نماز گزار فرد کے لئے نفس امارہ کے خلاف مصروف پیکار رہنا بھی اپنی حیثیت کے مطابق ضروری قرار پاتا ہے تاکہ وہ مجاہد اکبر کا مصداق بن جائے اور رفتہ رفتہ وہ ضرورت کی نماز پڑھنے والوں کی صف سے نکل کر نماز کے کامل ترین جسم پیدا کرنے والے قابل رشک نماز گزاروں کی صف میں شامل ہو جائے۔

(جاری ہے)

مدینہ کی بچیوں کا نذرانہ عقیدت
(رحمت اللعالمین کی مدینہ آمد پر)

ترجمہ۔ محمد یونس سیفی وفا

ہم نے ایسا نور کہیں دیکھا ہی نہیں
کہساروں کی اوٹ سے [illegible]

[illegible]
شکر [illegible] کا جس کے کرم کی حد ہی نہیں

آپ کے ہر فرمان کی کریں [illegible] تعمیل
آپ کو بھیجنے والا رب [illegible]

سیرت طیبہ

حیاتِ طیّبہ ایک نظر میں

مرتب - نعیم معروفی اسلام آباد

ولادت باسعادت :

ولادت باسعادت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ یہ عام الفیل میں ۹، ۱۲ یا ۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

بعمر چھ سال :

والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کی وفات

بعمر آٹھ سال :

دادا حضرت عبدالمطلب کا انتقال

بعمر بارہ سال :

چچا حضرت عبدالمطلب کے ساتھ شام کا پہلا سفر

بعمر پچیس سال :

شام کا دوسرا سفر جس میں حضرت خدیجہؓ کا سامان تجارت لے گئے۔ اسی سال حضرت خدیجہؓ کی خواہش پر ان سے نکاح فرمایا۔

بعمر چالیس سال :

خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر آپ کا عادلانہ فیصلہ

بعمر پینتالیس سال :

صحابہ کرام کو ہجرت حبشہ کا حکم

سنہ ٦ نبوی :

معجزہ شق القمر (آپ کی انگشت مطہر کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔)

سنہ ۱۰ نبوی :

عام الحزن یعنی غم واندوہ کا سال کہ پہلے عم محترم حضرت ابوطالب اور پھر زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔

سنہ ۱۲ نبوی :

حج کے موقع پر مدینہ منورہ کے بارہ اشخاص اسلام لائے۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔ اسی سال معراج کا واقعہ پیش آیا اور مسلمانوں پر نماز فرض ہوئی۔

سنہ ۱۳ نبوی :

مدینہ منورہ کے بہتر اشخاص اسلام لائے۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو مدینہ تشریف آوری کی دعوت دی۔

سنہ ۱ ہجری :

مدینہ منورہ تشریف آوری۔ قبا میں اسلام کی پہلی مسجد کی تعمیر فرمائی۔ پھر مسجد جمعہ اور اس کے بعد مسجد نبوی تعمیر فرمائی۔ اسی سال اذان کی ابتدا ہوئی۔ مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمائی۔

سنہ ۲ ہجری :

بیت المقدس سے حرم کعبہ کی طرف تحویل قبلہ۔ غزوہ بدر پیش آیا۔

سنہ ۳ ہجری :

غزوہ احد۔ میراث کے احکام و قوانین بھی اسی سال نازل ہوئے۔

سنہ ۴ ہجری :

غزوہ بنو نضیر۔ اسی سال زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہوا۔

سنہ ۵ ہجری :

غزوہ دومۃ الجندل اور غزوہ خندق یا غزوہ احزاب پیش آئے۔ مسلمان عورتوں کو اسی سال پردہ کرنے کا حکم دیا گیا اور حد قذف کے احکام بھی اسی سال نازل ہوئے۔

سنہ ۶ ہجری :

بیعت رضوان، صلح حدیبیہ۔ اسی سال سلاطین عالم کو دعوت اسلام کے سلسلے میں خطوط روانہ فرمائے۔

سنہ ۷ ہجری :

غزوہ خیبر پیش آیا۔

سنہ ۸ ہجری :

غزوہ موتہ و فتح مکہ، جنگ حنین، جنگ طائف

سنہ ۹ ہجری :

غزوہ تبوک، مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی اور بیٹا اسی سال مسلمان ہوئے۔

سنہ ۱۰ ہجری :

حجۃ الوداع، منشور انسانیت کا اعلان

سنہ ۱۱ ہجری :

جیش اسامہ کی تیاری

سنہ ۱۱ ہجری :

آغاز علالت

سنہ ۱۱ ہجری :

بروز دو شنبہ (پیر) بوقت سہ پہر اللہ رب العزت کے حضور میں حاضر ہو گئے۔

ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی :

۱۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد
۲۔ حضرت سودہؓ بنت زمعہ
۳۔ حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیق
۴۔ حضرت حفصہؓ بنت عمر فاروق
۵۔ حضرت ام سلمہؓ بنت خدیفہ
۶۔ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان
۷۔ حضرت زینبؓ بنت جحش
۸۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ
۹۔ حضرت میمونہؓ بنت حارث
۱۰۔ حضرت جویریہؓ بنت حارث بن ضرار
۱۱۔ حضرت صفیہ بنت حی

آپ ﷺ کی اولاد :

بیٹے: طیب۔ طاہر۔ قاسم۔ ابراہیم

بیٹیاں: حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت کلثومؓ

سدرزبان

احوال و آثار شاہِ ہمدان

ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی (مرحوم) و ڈاکٹر محمد ریاض (مرحوم)

حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی کے صوفیائے عظام اور علمائے کبار میں سے تھے۔ (۱۲ رجب ۷۱۳ھ – ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ / ۱۲ اکتوبر ۱۳۱۴ تا ۱۹ جنوری ۱۳۸۵ء) ان کا خاندان ایران کے تاریخی شہر ہمدان میں ساکن تھا۔ وہ دوران جوانی سالک و سیاح رہے۔ اس کے بعد وہ وسطی ایشیا کے علاقہ ختلان میں تبلیغ و ارشاد کرنے لگے۔ زندگی کے آخری کوئی بارہ برس انہوں نے وادی کشمیر اور پاکستان کے شمالی علاقوں میں گزارے۔ وہ اپنے حلقہ اثر میں دینی اور ثقافتی انقلاب کا موجب بنے اور ہزاروں افراد کی کایا پلٹ دی۔ وہ ایک مدبر، بے خوف، حق گو اور سخت کوش صوفی و عالم تھے۔ وہ عربی اور فارسی کے مصنف اور شاعر بھی تھے۔ ان کی سو سے زیادہ کتب و رسائل کے مخطوطے کتب خانوں میں موجود ہیں اور اب تک ان میں سے متعدد کتب شائع اور دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔

سید علی ہمدانی کے کئی القاب ہیں جیسے شاہ ہمدان علی ثانی اور حواری کشمیر مگر برصغیر میں پہلا مذکور لقب ہی زیادہ معروف ہے۔ ان کے احوال و مناقب میں دو خاص کتابیں ملتی ہیں۔ پہلی "خلاصۃ المناقب" ہے اور دوسری "منقبۃ الجواہر" یا "مستورات"۔ پہلی کتاب کو جعفر / اسحاق بازاری بدخشی (وفات ۷۹۰ھ) نے لکھا۔ سال تصنیف ۷۸۷ ہے۔ دوسری کتاب کے مولف نویں صدی ہجری کے درویش حیدر بدخشی ہیں۔

حضرت شاہ ہمدان کی سیرت و تعلیمات کا ذکر کتب صوفیہ میں تواتر سے ہوتا رہا ہے حافظ ابن اکبر بلائی تبریزی کی کتاب "روضات الجنان و جنات الجنان" میں ان کا مبسوط تذکرہ ملتا ہے۔ مگر عصر حاضر میں شاہ ہمدان شناسی کی تحریک بظاہر علامہ محمد اقبال سے اثر پذیر ہے۔ انہوں نے حضرت ممدوح کی کتاب "ذخیرۃ الملوک" مطالعہ کی اور اس سے گہرا اثر قبول کیا۔ خصوصاً اس کے باب ششم کا حضرت موصوف کی اس کتاب میں ان کی سیرت و خدمات کے بارے میں اقبال کے تاثرات، "جاوید نامہ" کے آخری حصے "آں سوئے افلاک" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اقبال کے بعض بیانات بھی حضرت شاہ ہمدان کے خراج تحسین پر مبنی ہیں۔ آگے چل کر ہم ایک تاثر اقبال نقل کریں گے اور ان کے چند اشعار سے استفادہ بھی ہوگا۔

ابتدائی حالات

حضرت شاہ ہمدان حسینی سید تھے ان کے والد سید شہاب الدین ہمدان کے امراء میں سے تھے۔ شاہ ہمدان کی نیک سیرت والدہ سیدی فاطمہ البنت حسینی سید زادیوں میں سے تھیں وہ مشہور عارف سید علاؤ الدولہ بیابان کی سمنانی (۷۳۶ھ) کی ہمشیرہ تھیں۔ اس اعتبار سے شاہ ہمدان طباطبائی سید تھے۔

حسنی اور حسینی سادات نیز علوی چند صدیوں تک ایران کے بعض علاقوں خصوصاً ہمدان میں خاصے مقتدر رہے۔ شاہ ہمدان کے ماموں حضرت علاؤ الدولہ بھی وادی سلوک میں گامزن ہونے سے قبل طبقہ امراء میں سے تھے۔ شاہ ہمدان کی تربیت ان کی والدہ نے کی۔ اس کے بعد حضرت علاؤ الدولہ اور ان کے تین مریدوں نے ان پر نظر التفات مبذول رکھی۔ یہ مرید حضرت اخی علی دوستی سمنانی (۷۳۰ھ)، شیخ محمود مزدقانی رازی (۷۶۶ھ) اور شیخ محمد بن محمد اذکانی اسفرائینی (۷۷۸ھ) تھے۔ آخر الذکر نے انہیں فتوت (جوانمردی) کا خرقہ دیا اور اس مسلک کے آداب سکھائے۔ اول الذکر نے انہیں اوائل سلوک کے آداب سکھائے مگر ان سے تحت طلب عملی امتحانات بھی لئے۔ یہ امتحانات کڑی جسمانی مشقت سے مربوط تھے۔ مرشد کی کڑی تربیت نے ہی ان

کو ممتاز کیا۔ تذکروں میں مرقوم ہے کہ شاہ موصوف کے چار بھائی تھے اور تین بہنیں مگر ہمیں ان کے نام تک معلوم نہیں حضرت شیخ علی دوستی نے اس سالک جوان کو اخوت وسخاوت کے طریقے سکھائے اور راہ سلوک کی گھاٹیوں سے گزرنا بتایا۔ ۷۳۴ھ میں ان کی رحلت کے وقت جب حضرت شاہ ہمدان شیخ مزدقانی کی خدمت میں رہنے آئے تو ان کی عمر ۲۱ سال تھی، شیخ نے انہیں طویل سفر اختیار کرنے کا حکم دیا۔ تعمیل ارشاد میں حضرت شاہ ہمدان تقریباً ۴۰ سال کی عمر (۷۵۳ھ) تک ممالک اسلامی بلکہ یورپ کے ملکوں کی سیاحت کرتے رہے۔ اس دوران وہ ہمدان میں مختصر توقف کے لئے آتے رہے مگر تھے وہ سالک سیاری۔ بعض سفروں کے دوران وہ حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین بھی جاتے رہے۔ اس کے علاوہ کبھی ہم ان کے ہم سفروں میں دوسرے جہاں گرد صوفیہ بھی دیکھتے ہیں مثلاً سید اشرف جہانگیر سمنانی۔ سمنانی بزرگ کے اقوال وملفوظات کی کتاب، لطائف اشرفی دربیان طوائف صوفی، مرتبہ نظام یمنی میں ان کی شاہ ہمدان کے ساتھ ہم سفری کے کئی واقعات درج ملتے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ یہ دونوں خواجہ حافظ شیرازی (۷۹۱ھ) کے ہاں وارد شیراز ہوئے۔ حافظ ان کے نزدیک اہل اللہ صوفیہ میں سے تھے۔

شاہ ہمدان کے سفر

شاہ ہمدان زندگی بھر ایک سخت کوش سالک رہے انہوں نے دور طفلی میں قرآن مجید حفظ کیا۔ عربی اور فارسی زبانوں میں تبحر حاصل کیا اور متداول علوم وفنون سیکھے۔ دور جوانی کے تربیتی سفر ان امور سے زیادہ محنت طلب ہوئے۔

"خلاصۃ المناقب" اور منقبۃ الجواہر (مستورات) میں ان کے سفر اور کرامات مذکور ہیں۔ ایران، روس، افغانستان اور ہندو پاکستان کے وسیع منطقوں میں ایک نمایاں اصلاحی اور تمدنی انقلاب برپا کرنا ہماری رائے میں ان کی اہم اور زندہ کرامت تھی گو ان سے کئی دوسری کرامات بھی سرزد ہوتی رہیں۔ روایات شاہد ہیں کہ بعض خوارق اور کرامات کو دیکھ کر کفار متاثر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

شاہ ہمدان کے سفر تربیت کی خاطر تھے مگر وہ اس دوران اصلاح وتبلیغ کا کام بھی انجام دیتے۔ جعفر بدخشی کے بقول صوفیہ واولیا اللہ کی ایک قسم "اخیار" کہلاتی ہے۔ وہ بیک وقت دنیا میں سات ہوتے ہیں۔ اور شاہ ہمدان انہی میں سے تھے "اخیار" اصلاح وہدایت کی خاطر "مقیم سیار" رہتے ہیں۔ بہر حال شاہ ہمدان نے سفروں کے دوران بارہ مرتبہ حج کیا اور جملہ عالم اسلام بلکہ بعض دوسرے ممالک میں بھی گزر کیا۔ ان کا سفر نامہ ان کے معاصر ابن بطوطہ (۷۷۹ھ) کے الرحلۃ کا سا دلچسپ ہو سکتا تھا۔ مگر وہ اسے قلم بند نہ کر سکے۔ ان کے ملفوظات کو ارادت مندوں نے منتشر صورت میں ہم تک پہنچایا ہے ان کے سفر کی حدود کا اندازہ مندرجہ ذیل مقامات کے ذکر سے واضح ہو جاتا ہے رے، بلخ، بخارا، بدخشاں، ختا (شمالی چین) یزد، کولاب (ختلان بغداد ماوراء النہر شیراز، اردبیل، ترکستان، لداخ، سرانديپ، دمشق، تبت، پکھلی، بلتستان، تگو، ختگز، قبچاق، (روس)، زیتون (چین) وادی جموں وکشمیر، حجاز (حرمین شریفین) اور روم۔ ان مقامات سفر کا "خلاصۃ المناقب" میں کئی بار ذکر آیا ہے۔

دوران سفر شاہ ہمدان کو خوفہائے بیابانی اور حاسدان انسانی سے کئی بار نبرد آزما ہونا پڑا۔ انہوں نے بڑے امتحانات اور کٹھن آزمائشیں برداشت کیں مگر جوانمردی، شہامت اور مومنانہ بے خوفی کا دامن انہوں نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

آپ نے روم میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ اور پیغام اسلام کا مسیحیوں کے لئے ابلاغ کیا۔ اس کے نتیجے میں کئی سو افراد نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے مریدوں کو بتایا کہ ایک بار وہ ۲۸ روز بھوکے سفر کرتے رہے۔ ایک بار انہوں نے ۴۳ فرسنگ کا فاصلہ بے توقف وآرام طے کیا۔ ایک بار آپ حج وزیارت کی نیت سے سفر کر رہے تھے مگر راستے میں کچھ زار وزبوں حاجت مندوں کو دیکھ کر زادِ راہ ان کی نذر کر دیا۔ اتنے میں ایک حق پرست ضعیفہ خواب سے اشارہ پا کر آپ کے پاس پہنچی اور آپ کو تھیلا دیا۔ جس سے استفادہ کر کے آپ نے سفر جاری رکھا۔ شاہ ہمدان نے علمائے سوء اور دراویش ریاکار کے ہاتھوں اذیتیں اٹھانے کا ذکر کیا ہے۔ اور کئی دیگر صوفیہ کی طرح وہ حضرت خضر سے ملاقات کے مدعی رہے ہیں۔

"روضات الجنان وجنات الجنان" جلد اول میں ہے کہ ایک بار شاہ ہمدان بغرض حج کرمان سے گزر رہے تھے۔ حضرت سید نعمت اللہ ولی کرمان بیمار ہونے کی بنا پر ملاقات کرنے نہ آ

سکے مگر ادائے احترام کی خاطر انہوں نے ایک مرید کو حضرت شاہ ہمدان میں بھیجا تھا۔ شاہ ممدوح دوران سفر ۷۴۱ھ میں پہلی بار وادی جموں و کشمیر سے گزرے تھے۔ برصغیر کے جن اکابر صوفیہ سے انہوں نے ملاقات کی اور خرقہ حاصل کیا، ان میں ایک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہار (۷۸۲ھ) تھے۔ ان کے دیگر معاصرین میں حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت (۷۸۵ھ) تھے جنہوں نے کشمیر میں تین ہفتے تک قیام بھی کیا تھا۔ اپنے زمانہ تربیت کے سفروں کے بعد شاہ ہمدان ۷۵۳ھ میں وطن لوٹے۔ اسی اثنا میں وہ شیخ محمد بن محمد اذکانی کی خدمت میں اسفرائن جا پہنچے۔ شیخ نے انہیں مجرد زندگی گزارنے سے منع کیا اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جانے کی تاکید کی۔ مرشد کے حکم کے بموجب اور سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی خاطر شاہ ہمدان ۴۰ سال کی عمر میں متاہل ہوئے۔ ان کے ہاں ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوا۔ بیٹی کو انہوں نے اپنے مرید اور خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانی (۸۲۶ھ) کے نکاح میں دیا۔ ان کے فرزند میر سید محمد ہمدانی (۷۷۴۔۸۵۴ھ) خاصے معروف ہیں۔

ہمدان سے ختلان (تاجکستان)

حضرت شاہ ہمدان نے دو بار ہجرت اور ترک مقام کیا ہے۔ جوانی میں آپ ختلان چلے آئے۔ تاجکستان روس کے اس مقام (ختلان) کو کچھ عرصے سے کولاب / کلیاب کہا جاتا ہے۔ تاجیکوں کا یہ علاقہ افغانستان و روس کی سرحد سے زیادہ دور نہیں قدیم ایام میں بلخ، بخارا اور بدخشاں کی شاہراہیں اس منطقے سے متصل تھیں اور فارسی ادب میں یہ جگہ زسپ پروری کے لئے معروف ہے۔ شاہ ہمدان نے اس وطن دوم میں کافی عرصہ گزارا ہے کوئی ساٹھ برس کی عمر میں شاہ موصوف نے ایک دوسرے خطے کی طرف ہجرت کی۔ یہ خطہ جموں و کشمیر ہے۔ وہ اس خطہ کے محسن تھے مگر علاقہ ختلان سے ان کی زیادہ وابستگی اس امر سے واضح ہے کہ وہ حسب وصیت وہیں دفن ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ ہمدان نے اپنا مولد ہمدان کیوں چھوڑا؟ قرائن بتاتے ہیں کہ اس کی وجہ مقامی بدنظمی اور ختلان کی اصلاحی و تبلیغی ضروریات تھیں۔ شاہ ہمدان اپنے مولد کے اس مقام کے رہنے والے تھے جہاں گنبد علویاں، نام کی تاریخی عمارت قائم ہے۔ اس گنبد کے قریب وہ درس و وعظ کی محفلیں برپا کرتے اور مباحث فرماتے تھے گنبد علویاں کے تہہ خانے میں جو مزارات ہیں ان میں کوئی دوسرے میر سید علی ہمدانی "سیاہ پوش" بھی مدفون ہیں۔

یہاں اب ایک علوی ہائر سیکنڈری سکول (دبیرستان علویان) بھی قائم ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۵۶ھ میں حاکم ہمدان نوشیرواں عادل ایلخانی کی وفات کے بعد ہمدان اور اس کے نواح میں جو بدنظمی پھیلی۔ اس سے شاہ ہمدان دل برداشتہ ہوگئے۔ انہوں نے مسجد و خانقاہ اور مدرسہ و کتب خانہ بنوایا۔ مرید اور غلام اس سید زادے کو نذر و تحائف پیش کرنے آتے، مگر شاہ ہمدان ان چیزوں کو قبول نہ کرتے بلکہ غریب مریدوں اور غلاموں کی اعانت فرماتے۔ انہوں نے اپنے والد کے ترکے سے غریبوں کی مدد کی اور ختلان کا ایک گاؤں خرید کر اسے وقف کر دیا شاہ ہمدان کو فتوت یا جوانمردی کے نظام سے بے حد دلچسپی تھی۔ چنانچہ ان کا رسالہ "فتوتیہ" اس دلچسپی کا مظہر ہے۔ اس نظام کی ایک نمایاں خصوصیت سخاوت اور بذل و بخشش ہے۔

ختلان شاہ ہمدان کی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ یہاں سے بدخشاں، بخارا اور بلخ جاتے اور وہاں کے لوگوں میں ابلاغ حق کرتے۔ بلخ و بخارا کے نام نہاد علماء کو شاہ ہمدان کی مقبولیت شاق گزرتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے وہاں کے اہلیان و امراء کو شاہ ہمدان کے خلاف اکسایا اور خود بھی انہیں آزار پہنچانے کی کوشش کی ایک دفعہ انہیں کھانے میں زہر دے کر ہلاک کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ شاہ ہمدان ان سب آزمائشوں میں ثابت قدم رہے۔ آخر ان کا اثر و نفوذ اتنا بڑھا کہ حاکم بلخ و بدخشاں بہرام شاہ ان کا مرید مخلص بن گیا۔

ختلان میں آپ کا مستقر گاؤں تھا جہاں انہوں نے اپنے مزار کے لئے قطعہ زمین مختص کیا تھا جہاں ان کا مزار ہے اور ان کے خاندان کے دس افراد کے مزارات بھی موجود ہیں اس منطقے میں خواجہ اسحاق ختلانی اور اخی حق گو ایسے با اثر مریدوں میں سے تھے۔ "خلاصۃ المناقب" کے مصنف نے ۷۷۳ھ میں وہیں شاہ ہمدان سے ملاقات کی اور ان کا مرید بنا۔ اس کے بیان کے بموجب شاہ ہمدان وہاں سے ماوراء النہر کے دور دراز علاقوں میں تبلیغ و ارشاد حق کی خاطر تشریف لے جاتے رہے۔ ان کے مریدوں کا جم غفیر امراء و حکام کو خائف کر دیتا تھا۔

ہجرت دوم وادی جموں و کشمیر میں

شاہ ہمدان ۷۷۳ھ میں ۶۰ سال کی عمر میں ۷۰۰ سادات کے ساتھ سری نگر وارد ہوئے اور ان کی باقی ماندہ زندگی کے کوئی ۱۲ برس اسی وادی اور پاکستان کے شمالی علاقوں میں گزرے۔ واقعات ہجرت کی دو توجیہات پیش کی جاتی رہی ہیں ایک یہ کہ شاہ ہمدان کو کشمیر ہجرت کرنے کا غیبی اشارہ ہوا تھا۔ انہیں خواب میں دیدار رسولؐ کا شرف میسر ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو وادی جموں و کشمیر ہجرت کر جانے اور وہاں ابلاغ حق کی تاکید کی تھی۔ دوسری علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ امیر تیمور نے انہیں جلاوطن کرنے کا حکم صادر کیا تھا۔ کیونکہ اس کے مامورین نے شاہ ہمدان کی مقبولیت اور بے باکی کو سلطنت تیموری کے لئے خطرہ بتایا تھا۔ بعض مصنفین ان روایات کے متناقض ہونے کی باتیں کرتے رہے مگر ان میں کوئی مغائرت نہیں۔ ایک واقعہ روحانی اور دوسرا واقعہ ظاہری تھا۔ شاہ ہمدان کو ہجرت کا اشارہ آچکا تھا اور تیمور کی تہدید اس واقعہ کی کل صورت تھی۔ ایک فارسی شاعر کامل بدخشی (۱۱۳۱ھ) نے کہا ہے

گر نہ تیمور شور و شر کردی
کی امیر ایں طرف گزر کردی

(اگر تیمور نے شور و شغب نہ کیا ہوتا تو امیر کبیر ادھر وادی کی طرف کب گزر فرماتے) خلاصۃ المناقب میں واقعہ ہجرت واضح اور مفصل طور پر مذکور نہیں۔ اتنا مرقوم ہے کہ شاہ ہمدان جابرین اور جائرین (ظالموں) کے خوف سے سرگرداں رہے۔ آخر انہوں نے معتقدین کے ایک گروہ کے ساتھ کشمیر کی طرف ہجرت کی مورخین اس گروہ کی تعداد چھ یا سات سو لکھتے رہے ہیں۔

امیر تیمور کے ساتھ شاہ ہمدان کے مناظرے اور مناقشے کا مفصل حال حافظ ابن الکربلائی نے اپنی کتاب "روضات الجنان و جنات الجنان" کے روضہ ہشتم میں لکھا ہے۔ امیر تیمور، سادات علماء اور صوفیہ کا قدردان تھا مگر صاحبان اقتدار کے کان کچے ہوتے ہیں۔ اس نے شاہ ہمدان کی مقبولیت، ہردل عزیزی اور بے باکانہ تنقید کو اپنے اقتدار کے لئے خطرہ جان کر اگر ان سے جلا وطن کئے جانے کا حکم دیا ہو تو اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے۔

ہم نے اس سے پہلے شاہ ہمدان کی ختلان بلکہ پورے ماوراء النہر میں مقبولیت کا ذکر کیا ہے۔ اس مقبولیت نے امرائے تیموری کو چونکا دیا تھا۔ پھر جب امیر تیمور نے ملاقات کی اور شاہ ہمدان سے تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے اس مقتدر حاکم کو کھری کھری سنائیں انہوں نے امیر تیمور اور اس کے امراء کے مظالم کی سخت سے سخت الفاظ میں مذمت کی۔ اس سے اس مطلق العنان حاکم کے غیظ و غضب میں اضافہ ہوا۔ امراء شاہ ہمدان کے مرید و معتقد تھے۔ پہلے وہ خشم تیموری کا نشانہ بنے۔ تاجکستان کے علاقہ ختلان کے کئی بااثر امراء شاہ ہمدان کے مرید تھے۔ ان میں اخی طوطی علی شاہ ان کا صاحبزادہ اخی علی شاہ (اخی حق گو) امیر شاہ اور ان کا فرزند خواجہ اسحاق شامل تھے۔ موخر الذکر باپ بیٹا دربار تیموری سے بھی وابستہ تھے۔ خواجہ آرام شاہ کو سرکاری عمال نے کسی قدر ہراساں کر دیا مگر ان کا فرزند سراپا بے باک رہا اس نے تیموری دربار کی طرف سے عائد شدہ بھاری جرمانہ ادا کیا۔ دربار سے قطع تعلق کرایا اور شاہ ہمدان سے ارادت ختم نہ کرنے کا اعلان کیا۔ شاہ ہمدان کے دوسرے ارادت مند بھی ثابت قدم رہے۔ اب شاہ ہمدان اور ان کے ہم مشرب سادات کو ڈرایا دھمکایا گیا مگر بے سود۔ آخر دربار تیموری نے ان کی جلاوطنی کا حکم صادر کیا۔ شاہ ہمدان کو کشمیر جانے کا اشارہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے اب عملاً نقل مکانی کے انتظامات کر لئے۔

شاہ ہمدان ۷۶۱ھ سے کشمیر میں ابلاغ حق کے آرزومند تھے۔ کیونکہ وہاں اس وقت تک نخل اسلام بارومند نہ ہوا تھا۔ اس سال آپ دور تربیت میں یہاں سے گزرے تھے۔ اس وقت وہاں اسلام و کفر کی کشمکش جاری تھی۔ شاہ ہمدان نے بعد کے حالات سے مطلع رہنے کا اہتمام کیا۔ ان کے دو ارادت مند میر سید تاج الدین سمنانی اور میر سید حسین سمنانی وادی میں وارد ہوئے اور شاہ ہمدان سے ربط قائم کئے رہے موخر الذکر شخصیت میر سید حسین سمنانی کے حلقہ میں بادشاہ شہاب الدین شاہمیری (۷۵۵ - ۷۷۵ھ) بھی شامل تھا اور اس سے ان کی جلالت شان ظاہر ہو جاتی ہے۔ ان میں میر سید بہادر سمنانی کو سلطان نے اپنی افواج کا

سالار بھی بنا رکھا تھا۔ ان حضرات اور ان کے ساتھیوں نے شاہ ہمدان کو غائبانہ طور پر وادی بھر میں متعارف کردار کھا تھا۔ اور اس تعارف کے بل بوتے پر ان کے خاندان والے وادی میں چلے آئے ان کو دعوت ملی تھی۔ امیر تیمور کے جلائے وطن کے حکم نے اس دعوت کو عملی جامہ پہنایا۔ یوں شاہ ہمدان کو اس وادی کی کایا پلٹنے کا موقع ملا۔

سیاق و سباق کی تفہیم کی خاطر یہاں وادی جموں و کشمیر میں دین اسلام کے ورود اور شاہ ہمدان کی آمد تک اس کی اشاعت اور وسعت کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ ابتداء آٹھویں صدی ہجری کے ربع اول تک وادی کشمیر میں اسلام معمولی پیمانے پر پھیلا تھا۔ ایک درویش سید عبدالرحمن حنفی ترکستانی (بلبل شاہ وفات۔ ۷۲۷ھ) کے ہاتھ پر کوئی دس ہزار افراد مسلمان ہوئے۔ ان کے زیر اثر معاصر بدھ مت کا پیرو بادشاہ بھی مسلمان ہو گیا تھا وہ سلطان صدر الدین (۷۲۸ھ) موسوم تھا۔ اس کی وفات کے بعد کوئی ۱۵ برس تک یہاں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان اقتدار کی جنگ جاری رہی یہاں تک کہ ۷۴۳ھ میں شاہ میر برسر اقتدار آیا۔ (۷۴۳-۷۴۸ھ) شاہ ہمدان کے معاصر اس کے یہ جانشین تھے۔ مرزا جمشید ۷۴۸ھ علاؤالدین (۷۴۸-۷۵۵ھ) شہاب الدین (۷۵۵-۷۷۵ھ) اور قطب الدین (۷۷۵-۷۹۶ھ) شاہ ہمدان کے توسط سے ۳۷ ہزار کفار اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔

وفات اور مزار

شاہ ہمدان نے ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ کو پکھلی (مانسہرہ) کے مقام پر جب انتقال فرمایا، تو ان کے ہمراہیوں میں ان کی چالیس سال کی مدت تک خدمت کرنے والے مرید شیخ قوام الدین بدخشی بھی شامل تھے۔ وہ خلاصۃ المناقب کے مصنف نور الدین جعفر بدخشی کے بھائی تھے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ شاہ ہمدان کی حسب وصیت ان کی نعش مبارک کو ختلان (تاجکستان) لے جائیں گے۔ پکھلی اور کشمیر والے بالآخر اس تقاضے کو مان گئے۔ شاہ ہمدان ختلان میں جس جگہ دفن ہوئے۔ وہاں ان کے خاندان کے دس دوسرے افراد بھی دفن ہیں۔ مزار تیموریوں کے عہد کی عمارت ہے۔ شاید کسی متاخر تیموری امیر نے اس کی تعمیر کروائی ہو اور اس طرح اپنے جد، امیر تیمور کے گستاخانہ رویے کی تلافی کی ہو۔ ایرانی پروفیسر، سعید نفیسی (۱۹۶۶ء) نے اس قیاس کا اظہار کیا ہے۔ مزار شاہ ہمدان کی موجودہ حالت انگریزی میں ترجمہ شدہ ایک مقالے سے عیاں ہے۔

سلسلہ نسب و فقر و فتوت

جیسا کہ ذکر ہوا، شاہ ہمدان والد کی طرف سے حسینی سید تھے اور ماں کی طرف سے حسنی۔ ان کا پدری سلسلہ نسب ذیل کے واسطوں سے حضرت علی سے ملتا ہے۔ سید شہاب الدین بن محمد بن علی بن یوسف بن محمد بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حسن بن حسین بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی مرتضیٰ۔ فقر و درویشی میں حضرت شاہ ہمدان کبروی سلسلے سے منسوب تھے۔ جو سہروردیہ سلسلے سے اقرب ہے۔ البتہ بانی سلسلہ سہروردیہ شیخ ابو حفص عمر شہاب الدین سہروردی (۶۳۲ ہجری) کبرویوں کے شیوخ میں سے نہیں۔ اس گروہ کے شیوخ میں ان کے ماموں شیخ ابو النجیب نجم الدین عبدالقاہر سہروردی (۵۶۳ھ) شامل تھے۔ یہ سلسلہ فقر شیخ نجم الدین کبریٰ خوارزمی (۶۱۸ھ) سے منسوب ہے۔ شاہ ہمدان کا طریقۂ درویشی خلاصۃ المناقب کے علاوہ ان کے رسالہ "فقریہ" میں بھی مذکور ہے۔ انہوں نے شیخ اخی علی دوستی سمنانی شیخ محمود مزدقانی رازی اور شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے صوری و عملی فیض حاصل کیا۔ بعد کی نسبت یوں مذکور ملتی ہے۔ شیخ نور الدین عبدالرحمن اسفرائینی کرخی (۶۹۵ھ) شیخ جمال الدین احمد الجوزجانی (۶۷۹ھ) شیخ رضی الدین علی لالا غزنوی مدفون اصفہان (۶۴۲ھ) شیخ نجم الدین کبریٰ مذکور شیخ عبدالقاہر سہروردی، شیخ احمد غزالی، شیخ ابو بکر نساج، شیخ ابو القاسم جرجانی، شیخ ابو عثمان مغربی، شیخ ابو علی کاتب، شیخ ابو علی رود باری، شیخ جنید بغدادی شیخ سری سقطی، شیخ معروف کرخی، شیخ داؤد طائی، شیخ حبیب عجمی، شیخ حسن بصری اور حضرت علی

حضرت شاہ ہمدان نے اپنے تربیت و سلوک کے سفروں کے دوران ۴۰۰ اولیاء اللہ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ ان میں ۳۴ نے انہیں اجازت اور تبرک کے طور پر خرقہ بھی عنایت کیا۔ ان صوفیائے کرام کے نام خلاصۃ المناقب کے علاوہ

روضات الجنان و جنات الجنان جلد دوم میں بھی مذکور ہیں۔ ان میں تین تو ان کے مرشد ہیں اور ایک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری جن سے وہ بہار میں ملے تھے۔ شاہ ہمدان حضرت خضر سے ملاقات کے بھی مدعی ہیں۔ اس نام کے ایک شیخ کتب صوفیہ کی عجیب و غریب شخصیت ہیں۔ بہر طور ان ۳۴ اولیاء اللہ کے اسمائے مبارک مندرجہ ذیل ہیں۔

شیخ محمود مزدقانی رازی، شیخ علی دوستی سمنانی، شیخ اذکانی اسفرائینی، اخی محمد حافظ، اخی محسن ترک، اخی حسین، شیخ محمد اسفرائینی، شیخ جبریل کردی شیخ خالد ارستانی، شیخ ابو بکر طوسی، شیخ نظام الدین یحییٰ خراسانی، شیخ شرف الدین درگزینی، شیخ اثیر الدین درکانی، شیخ نجم الدین ہمدانی شیخ محی الدین لشانی، شیخ محمد مرشد، شیخ عبداللہ مصری، شیخ علی بصری، شیخ برہان الدین ساغرچی، شیخ مراد اکبر بہروری، شیخ محمد برکاتی، شیخ عبداللہ سکسکی، شیخ ابو بکر ابو حرصیہ، شیخ عماد الدین، شیخ عبدالرحمن مجذوب طوسی، شیخ محمد بن محمود مجذوب طوسی، شیخ حسن بن مسلم، شیخ العابدین محمد مغربی، شیخ عوضی، شیخ ابو القاسم معطوی، شیخ سعید حبشی۔

شاہ ہمدان نظام اخیت یا جوانمردی میں بھی اجازت و رغبت رکھتے تھے۔ ان کے مرشد علی دوستی سمنانی کا لقب اخی مظہر ہے کہ وہ جوانمرد تھے۔ خلاصۃ المناقب میں ان کے فضائل سخاوت وجود مذکور ہیں۔ وہ اپنی زمینوں کے حاصل سے دوسروں کو بہرہ مند کرتے اور اکثر احباب اور اصحاب احتیاج کو دعوت طعام دیتے تھے۔ شاہ ہمدان البتہ فتوت میں شیخ محمد بن محمد اذکانی اسفرائینی کے مرید تھے۔ انہوں نے رسالہ فتوتیہ کے آخر میں اپنا خرقہ جوانمردی لکھا ہے۔ یاد رہے کہ صوفیہ کی طرح فتیان کا بھی نظام اور مستند خرقہ مروج رہا ہے۔ شاہ ہمدان نے اپنے خرقہ جوانمردی کی نسبت بھی لکھی ہے۔

شاہ ہمدان خود بھی سلسلہ جوانمردی میں خرقہ بخش تھے۔ چنانچہ مذکورہ رسالے میں وہ اخی شیخ علی حاجی بن طوطی علی شاہ ختلانی کو خرقہ جوانمردی دینے کا ذکر کرتے ہیں۔ مذکورہ رسالہ انہوں نے ختلان میں لکھا اور اس وقت شیخ محمد اذکانی زندہ تھے۔ (۷۷۸ھ یا ۷۷۹ھ)

شخصیت

شخصیت اور اس کے اوصاف وہبی اور خداداد ہوتے ہیں۔ مگر ماحول کے اثرات بھی مسلمہ ہیں۔ والدین، اساتذہ اور احباب کے خوب و زشت کا اثر بہر طور انسان قبول کرتا ہے۔ حضرت شاہ ہمدان کے اساتذہ کا ہمیں علم نہیں مگر اس زمانے کے مرشدوں کی خانقاہیں، مدارس کا کام بھی انجام دیتی تھیں۔ حضرت شاہ ہمدان کے چار مرشدوں کے اسمائے گرامی اس سے قبل لکھے جا چکے ہیں۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی، شیخ اخی علی دوستی سمنانی، شیخ محمود مزدقانی رازی، اور شیخ محمد بن محمد اذکانی اسفرائینی۔ شاہ ہمدان مدتوں ان بزرگوں کے ہم صحبت رہے۔ مقدم الذکر تو ان کے ماموں تھے جو بقیہ تین شیوخ کے مرشد بھی تھے شاہ ہمدان نے ان مرشدوں کے تصوف و فتوت کے آداب سیکھے اور ظاہری و باطنی علوم کسب کئے۔

شاہ ہمدان نے قرآن مجید حفظ کیا اور عربی و فارسی زبانوں میں تبحر حاصل کیا۔ وہ ان دونوں زبانوں کے مصنف اور شاعر تھے۔ اسرار النقط، شرح اسماء الحسنیٰ، شرح قصیدہ ابن فارض مصری اور ذخیرۃ الملوک وغیرہ ہم ان کی استعداد، لیاقت اور جہاں بینی کا بین ثبوت ہیں۔

شاہ ہمدان نے اپنی والدہ سیدہ فاطمہ سے اثر پذیری کا برملا اظہار کیا ہے۔ وہ اور ان کے بھائی سید علاؤ الدولہ شاہ ہمدان کی تشکیل سیرت میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ اپنے والد سید شہاب الدین کے بارے میں شاہ ہمدان نے فرمایا ہے کہ وہ دنیادار آدمی تھے۔ (خلاصۃ المناقب) اس کے باوجود روایات میں وارد ہے کہ سید شہاب الدین، علماء کے قدر دان تھے۔ وہ بذل و بخشش بھی کرتے تھے چنانچہ شاہ ہمدان کے دور طفلی میں انہوں نے ایک بار چار سو علماء و مشائخ کی دعوت کی تھی۔ ان بزرگوں سے شاہ ہمدان کے لئے دعاؤں اور اذکار کے تحفے وصول کئے۔ بعد میں شاہ ہمدان نے انہیں "اوراد فتحیہ" نام کے معروف رسالے میں جمع کیا۔

شاہ ہمدان جہانگرد بھی تھے۔ انہوں نے کئی معاصر اکابرین سے ملاقات کی۔ ان ۳۴ بزرگوں کے نام پہلے لکھے جا چکے ہیں۔ جنہوں نے انہیں خرقہ دیا تھا۔ ان کے ہم سفر سید اشرف جہانگیر سمنانی کا ذکر پہلے بھی گزرا ہے۔ والدین، مرشدوں اور صاحب دل معاصروں اور جلیسوں نے یقیناً ان کی شخصیت کو چار چاند لگائے تھے۔ تربیت کے دوران زیادہ سختیاں انہوں نے اخی علی

دوستی سنانی کے ہاتھوں برداشت نہ تھیں۔

تبلیغ دین اور دیگر نمایاں خدمات

حضرت شاہ ہمدان ایک پرجوش مبلغ اور مصلح تھے۔ ان کے عصر میں تبلیغ و اصلاح کی ضرورت بھی زیادہ تھی۔ ہمدان، ختلان اور کشمیر اور اس وادی کے نواحی علاقوں میں غیر مسلم آگاہ اسلام کے محتاج تھے اور مسلم اصلاح اخلاق و رسوم کے، شاہ ہمدان نے ان دونوں امور پر توجہ دی۔

شاہ ہمدان ختلان، بلخ، و بدخشان اور پورے ماوراء النہر میں تبلیغ فرماتے تھے۔ ختلان میں ان کے موضوعات کا ذکر ہو چکا انہوں نے یہاں کتب خانہ قائم کروایا تھا جہاں ان کی اپنی کتابوں کی بھی تدریس ہوتی تھی۔ بلخ و بدخشان میں ان کے ارادت مند سلطان بہرام شاہ کے ذریعے ابلاغ دین اور اصلاح اخلاق کے امور انجام پاتے رہے۔ یہی حال پکھلی (موجودہ ضلع مانسہرہ) کا تھا۔ جہاں کے حاکم علاؤالدین اور خسر شاہ شاہ ہمدان کے مرید تھے۔ متصل علاقے کافرستان میں غیر مسلموں نے شاہ ہمدان کی مزاحمت کی۔ شاہ موصوف کے بعض مکاتیب یہاں کی مشکلات اور حکام سلطنت کی بد انتظامی کے عکاس ہیں۔ شمالی علاقوں، بلتستان اور نگر وغیرہ میں شاہ ہمدان کے ورود اور ان کی تبلیغ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ شاہ ہمدان کی مساعی جمیلہ کو زیادہ کامیابیاں وادی جموں و کشمیر میں نصیب ہوئی ہیں۔

شاہ ہمدان ایرانی سادات کے ۷۰۰ نفوس پر مشتمل ایک کارواں کے سالار کے طور پر ۷۷۴ھ میں سری نگر وارد ہوئے۔ ولی عہد قطب الدین شاہمیری نے ان کا استقبال کیا۔ بادشاہ شہاب الدین شاہمیری ان دونوں سلطان فیروز شاہ تغلق سے برسرپیکار تھے۔ محاذ جنگ "دی ہند" تھا (اٹک کے نزدیک) شاہ ہمدان دی ہند گئے۔ دونوں بادشاہ ان کی جلالت شان سے آگاہ تھے۔ وہ شاہ صاحب سے ملے اور انکی وساطت سے "دی ہند" کو اپنی قلمرو کی حد مان لیا۔ شاہ ہمدان نے صلح پر ہی اکتفا نہ کیا۔ انہیں رشتہ داریوں سے پیوند کر دیا۔ چنانچہ سلطان فیروز شاہ نے اپنی تین بیٹیاں، سلطان شہاب الدین کے بیٹے شادی خان، ولی عہد قطب الدین اور سپہ سالار امیر سید حسن بہادر کے عقد میں دے دیں۔ ایک درویش حقانی کا دو خونخوار اور مقتدر بادشاہوں کے درمیان صلح و رشتہ داری کروانا تاریخ کے نادر واقعات میں سے ہے۔ تاریخ خوان یہ بھی جانتے ہیں کہ دی ہند کی سرحد مدتوں تک محترم رہی اور پنجاب عرصہ طویل تک تغلقوں کی عملداری میں شامل رہا ہے۔

سلطان شہاب الدین شاہ میری کو ورطہ جنگ سے نکلنے کے بعد شاہ ہمدان تبلیغ و اصلاح کے اساسی کاموں کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہیں علماء کی مداہنت اور سلطان کی کم علمی پر اچنبھا ہوا کہ اس نے دو حقیقی بہنوں سے نکاح کر رکھا تھا۔ شاہ صاحب کے حکم پر شہاب الدین نے ایک بیوی کو طلاق دی۔ ان کی تلقین پر اس بادشاہ اور اس کے جانشینوں نے ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں سے جداگانہ طرز کے لباس پہننے شروع کئے۔ انہوں نے اسلامی علوم و فنون کی توسیع اور عربی و فارسی زبانوں کی ترویج کی خاطر خاص انتظامات کروائے۔

شاہ ہمدان کسب و کار والے بزرگ تھے۔ خود ٹوپیاں سیتے اور کسب معاش فرماتے ان کے ہمراہی سادات میں سے اکثر ہنرمند افراد تھے ان افراد سے کشمیر میں کسب و کار اور دستی صنعت کے تداول میں اضافہ ہوا۔ کشمیر کی قدیم صنعتیں جیسے شال اور قالین بافی ان دنوں روبہ زوال تھیں۔ شاہ ہمدان کے زیر ہدایت سلطان شہاب الدین نے ان کی سرکاری سرپرستی کی۔ شاہ ہمدان نے مدارس، مساجد اور خانقاہوں کے جال بچھوا دیئے۔ ان کی تلقین پر یتیم خانے اور مسافر خانے بنے۔ اور رفاہ عامہ کے کئی امور انجام پذیر ہونے لگے۔ سرکاری درس گاہ سے متصل ایک کتب خانہ قائم ہوا۔ شاہ ہمدان وادی میں اپنے قیام کے دوران سری نگر میں اس مقام پر بساط وعظ و درس بچھاتے تھے۔ جہاں بعد میں ان کے صاحبزادہ میر سید محمد ہمدانی کی مساعی سے آٹھویں صدی ہجری کے آخری سالوں میں مسجد شاہ ہمدان یا خانقاہ معلیٰ قائم ہوئی۔ شاہ موصوف کے درس میں بادشاہ و شاہی خاندان کے افراد اور امراء بھی شامل ہوتے تھے۔ انہوں نے وادی بھر میں تبلیغ و ارشاد کے لئے متعدد افراد کو مامور کر رکھا تھا۔ وہ خود مبلغ تھے۔ عوام سے امراء و حکام تک سب ان کا احترام کرتے تھے۔ ان کی وجاہت اور تاثر نگاہ و زبان کا ہر کوئی معترف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بے مثال سعادت دی تھی کہ ان کے دست پاسعادت پر کشمیر اور نواحی علاقوں کے کوئی نصف لاکھ افراد اسلام سے مشرف ہوئے تھے

(جاری ہے)

نوربخشیات (گزشتہ سے پیوستہ)

تعارف صوفیہ نوربخشیہ

انور النوری فاضل عربی بی اے

اولیاء اللہ اور عقیدہ صوفیہ :

اولیاء اللہ کے بارے میں عقیدہ صوفیہ نوربخشیہ یوں بیان ہوا ہے۔

و یجب الایمان بالاولیاء فی الطریقة کما یجب الایمان بالانبیاء فی الشریعة

جس طرح سے شریعت کے باب میں انبیاء علیھم السلام پر ایمان رکھنا واجب ہے اسی طرح طریقت کے باب میں اولیاء کرام علیھم السلام پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

حضرت شاہ سید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام انبیاء علیھم السلام کے وارث ہیں۔ اس لئے اولیاء کرام عالمین شریعت عالمین طریقت اور علمائے ربانین ہوتے ہیں۔ اس بارے میں مزید تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔ محترم قارئین سابقہ بیانات کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

انبیاء و مرسلین :

انبیاء کرام کے تین درجات ہیں۔

۱۔ اولوالعزم انبیاء

۲۔ مرسلین

۳۔ انبیاء

اولوالعزم انبیاء سرور کائنات فخر سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ کے علاوہ چار ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

مرسلین کی تعداد تین سو تیرہ کے لگ بھگ ہے اور تمام انبیاء کی تعداد بشمول مرسلین و اولوالعزم پیغمبروں کے ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

اولوالعزم کی تعریف :

اولوالعزم وہ ہوتا ہے جو ما قبل تمام ادیان کا ناسخ ہوتا ہے۔ اس کا حکم اور فرمان کسی دوسرے کے تابع اور تقلید کے تحت نہیں ہوتا ہے لیکن اس کا دین کسی بعد میں آنے والی ہستی کے نسخ سے مامون بھی نہیں ہوتا اور بعض دفعہ اس کا حکم منسوخ بھی ہو سکتا ہے۔

لیکن خاتم الانبیاء اور قائد اصفیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ ﷺ سے قبل کے تمام ادیان کے ناسخ ہیں کیونکہ آپ ﷺ تمام اولوالعزم پیغمبروں کے سردار اور تمام عارفان صاحبان عزم کے خاتم ہیں۔ چنانچہ اگر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام آپ ﷺ کے دور میں زندہ ہوتے تو آپ ﷺ کی متابعت کے بغیر دم بھی نہ لیتے اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام آخری زمانے میں آسمان سے اتر آئیں گے تو آپ کی متابعت کریں گے تاکہ آپ ﷺ کی کمالیت میں چار چاند لگ جائیں۔

اسی بنا پر آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان سید ولد آدم ولا فخر

یعنی میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں

لیکن اس پر مجھے فخر و غرور نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ۔

کنت نبیا و آدم بین الماء والطین

یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور گارے کے درمیان تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے تو میں منصب نبوت پر فائز تھا۔

(العروۃ ص ۲۸۱)

مرسل کی تعریف:

حضرت علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ

والرسول عام یطلق علی الملک و البشر۔ والنبی خاص لا یطلق الا علی البشر وکل نبی رسول ولا ینعکس وکل مرسل الیہ نبی وکل من کان من اولی العزم مرسل الیہ۔

رسول عام ہے۔ اس کا اطلاق فرشتوں اور انسانوں دونوں پر ہو سکتا ہے اور نبی خاص ہے اس کا اطلاق صرف انسان پر ہوتا ہے۔ اور ہر نبی رسول ہوتا ہے لیکن اس کا عکس (یعنی ہر رسول کا نبی ہونا) ضروری نہیں۔ اور ہر مرسل الیہ نبی ہوتا ہے اور وہ نبی جو الوالعزم ہو مرسل الیہ ہے۔ اور رسول صاحب شریعت ہوتا ہے جبکہ نبی صاحب شریعت نہیں ہوتا وہ کسی سابقہ رسول کی شریعت کا حامل ہوتا ہے اور انسانوں کو خدا کی طرف بلانے والا خدا کی جانب سے مخبر اور پیغام رساں ہوتا ہے۔

(العروۃ جلد ۲)

ولی اور نبی کا فرق:

سطور بالا سے معلوم ہو گیا کہ نبی خدا کی طرف سے مبعوث پیغام رساں ہوتا ہے اور خدا کی طرف سے ملنے والے پیغامات کو نوع انسانی تک پہنچانے کا فریضہ ادا کرتا ہے اور وہ کسی نئی شریعت کا حامل نہیں ہوتا۔ [illegible] شاہ سید محمد نور بخش نبوت اور ولایت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

در تعریف ولایت و نبوت اقاویل بسیار اند

النبی من ادعی النبوۃ و ظہرت المعجزۃ علی یدہ و النبی ھو الانسان المخبر عن اللہ تعالی بغیر واسطۃ والولی من ادعی الولایۃ وظہرت الکرامۃ علی یدہ اما کسی کہ در صحبت محققان اولیاء رسیدہ باشد داند کہ مثل این تعریف جامع مانع نیست۔

(رسالہ تلویحات قلمی)

”ولایت نبوت کی تعریف میں بے شمار اقوال پائے جاتے ہیں چنانچہ (بعض کا کہنا ہے) کہ نبی وہ ہے جو خود نبوت کا دعوی کرے اور اس کے ہاتھوں معجزہ ظاہر ہو جائے۔ گو نبی وہ انسان ہوتا ہے جو خدا تعالی کی طرف سے بلا واسطہ خبر پہنچانے والا ہوتا ہے اور ولی وہ شخص ہوتا ہے جو ولایت کا دعوی کرے اور اس سے کرامت ظاہر ہو جائے لیکن جو شخص محقق اولیائے کرام کی صحبت میں رہ چکا ہو وہ ایسی تعریفوں کو جامع مانع نہیں مانتا۔

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نبی کے لئے ادعائے نبوت اور اعجاز کا ظہور لازم و ملزوم ٹھہرتا ہے لیکن ایک ولی کے لئے ولایت کا دعوی کرنا اور اس سے کرامت کا ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے۔

اہل اللہ کے احوال کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ولی ولایت کا دعوی نہیں کرتا بلکہ وہ اسے چھپاتا ہے۔ یعنی ولایت کا اظہار ہونے ہی نہیں دیتا۔ تاہم مؤمن کی فراست اس سلسلے میں کارگر ثابت ہو جاتی ہے۔ اور ایک ولی سے کرامت کے ظہور ہونے کی شرط بھی واقع حال سے کم مناسبت رکھتی ہے کیونکہ بعض اولیاء تو کاملین اور عارفین کی صف میں ہوتے ہوئے بھی کرامت کا ظہور نہیں ہونے دیتے۔ الا ماشاء اللہ۔

ہاں البتہ ولی ہمیشہ عالم ہوتا ہے۔ باری تعالی نے کسی جاہل کو کبھی ولی نہیں بنایا اور اس کی خصلتوں میں سے ایک تقوی ہے۔ جو عالم

کی صفت ہے۔ پھر وہی عالم ربانی اور عارف صمدانی کہلانے کا حق دار ہے ۔چنانچہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ان اولیائہ الا المتقون

خدا کے ولی وہ ہیں جو متقی ہوں۔ اس بات سے ثابت ہوا کہ ولی ہمیشہ متقی ہوا کرتا ہے اور متقی کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ رسمی علوم سے مالا مال ہو اس کو تو رسمی علوم سے بڑھ کر موہوبی علوم سے افاضہ ہوتا ہے جو حتمی چیز ہے۔

بہر حال حضرت شاہ سید کا یہ فرمان ہے کہ اولیاء اور انبیاء کی تمیز میں جو تعریفات رسمی علوم سے فراہم ہوتی ہیں وہ اولیاء اور انبیاء کے مناسب حال نہیں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

نزد این فقیر مقرر است در افتراق میانہ نبوت وولایت دو چیز است۔ اول آنکہ مکاشفات انبیاء اکثر شرائع وآفاقیات است و مشاہدہ اولیاء ور حقائق انفسیات است۔

(تلویحات قلمی)

"اس فقیر کے نزدیک ولی اور نبی کے فرق میں دو چیزیں مقرر ہیں پہلی یہ ہے کہ انبیاء کے مکاشفات اکثر و بیشتر شرائع اور آفاقیات سے متعلق ہوتے ہیں اور اولیاء کے مشاہدات انفسیات کے حقائق سے متعلق ہوتے ہیں۔

دوسری یہ ہے کہ ایک نبی کے لئے نبوت دعویٰ ضروری ہے تاکہ لوگوں کی اصلاح کے لئے یہ بات ثابت کرے اور اس کے حق میں نبوت کا دعویٰ نہ کرنا گناہ ہے اور اس بات کو مکاشفات والوں نے قرآن سے ثابت کیا ہے لیکن ایک ولی کا ثبوت ہمیشہ مجہول رہا ہے کیونکہ ان کی توجہات عام طور پر عالم علوی اور مغیبات، عبادات اور مذموم صفات سے اپنے باطن کو مطمئن کرنے پر مبذول رہتی ہیں۔

(رسالہ تلویحات قلمی)

آپ فرماتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء اللہ کی ان صفات کی وجہ سے عالم لوگ ان کی پہچان سے قاصر واقع ہوئے ہیں چونکہ انبیاء اور اولیاء اہل دل ہوتے ہیں جو ارباب باطن کے شہسوار ہیں اس لئے اہل دل کو اہل دل ہی پہچان سکتے ہیں۔

ہم ولی را ولی تواند دید
مصطفیٰ ﷺ را علی تواند دید

حقیقت ولی کو ولی کے بغیر کوئی پہچان نہیں سکتا۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی حقیقت کو علی ہی پہچان سکتا ہے۔

کرامت اور معجزہ کا فرق

اولیاء اللہ کی حقیقت اور انبیاء کی معرفت پر مختصر بیان کے بعد ضروری سمجھتا ہوں کہ تعلیمات صوفیہ نوربخشیہ کی روشنی میں کرامات اور معجزہ کی تمیز پر بھی چند کلمات درج کروں۔ صوفیاء کرام اور بزرگان سلف کی تعلیمات سے کرامات ثابت شدہ اور مسلمہ بات ہے اور آنحضرت ﷺ سے لے کر اب تک جاری وساری چیز ہے۔

حضرت ابو نجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ معجزہ اور کرامات میں فرق یہ ہے کہ نبی پر معجزہ کا اظہار اور تحدی (دعوی نبوت) واجب ہے اور ولی پر کرامت کا اخفا واجب ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر فرمادے۔

(رسالہ آداب المریدین ص ۲۱)

حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہوتا ہے جو ظاہر وباطن کا متصرف ہوتا ہے۔ اور جو چیز زیادہ اچھی اور زیادہ موافق حال معلوم ہو اس کا اظہار کرتا ہے۔ اس پر خود کو اور لوگوں ثابت رہنے کی تعلیم دیتا ہے اور رسمی عادات سے بالکل انحراف کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

ان اللہ خلق الناس حنفاء فاجتالھم الشیاطین

یعنی، بے شک اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فطرت کے مطابق دین حق پر پیدا فرمایا ہے جبکہ لوگ عالم جسمانی سے پالا جوڑتے ہیں تو شیطان ان کو گمراہ کرتا ہے۔

(المردہ ص ۲۸۳)

حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے

فضل وکرم سے صاحب توفیق کی رہنمائی فرماتے ہیں اور ان کو اولیاء اللہ کی بطور کسی کرامت کے پہچان کا موقع دیا جاتا ہے۔ یہ ممکن بات ہے۔ جیساکہ حدیث شریف میں ہے کہ

انقوا من فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله

مؤمن کی فہم وفراست سے ڈرو کیونکہ بے شک وہ تو خدا کے (فضل وکرم کے) نور سے دیکھتا ہے۔

(تکویجات قلمی)

اولیاءاللہ کے طبقات:

امت محمدی ﷺ کی کثرت اور زیادتی اور ان کے عالم ناسوت کے اکناف واطراف میں پھیل جانے کی وجہ سے اولیاء کے طبقات اور ان کے نفوس کی تعداد انبیاء علیہم السلام کے طبقات اور ان کی تعداد سے تین گنا زیادہ بڑھادی گئی ہے اور اولیاء اللہ کے طبقات کے یہ القاب مشہور ہوئے ہیں۔

ا۔ اتقیاء ۲۔ اصفیاء ۳۔ ابدال ۴۔ اخیار ۵۔ ابرار ۶۔ رجال الغیب ۷۔ افراد ۸۔ اوتاد۔ اقطاب

(سلسلۃ الذہب ص ۲۲۱)

اس لئے اہل صوفیہ نور خشیہ اوراد فتحیہ پڑھنے کے بعد ان تمام طبقات اولیاء کے نام لے کر ان کے لئے فاتحہ خوانی سے ایصال ثواب کرتے ہیں۔

اولیاءاللہ کی تعداد:

اولیاء اللہ کے نفوس کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ کر دی گئی ہے۔ تاکہ ان کی برکت سے دنیا خالی نہ رہے۔ اگر ان اولیاء میں کوئی ایک واصل حق ہو جائے تو اہل ایمان میں سے کوئی دوسرا صاحب صلاحیت آدمی درجہ بدرجہ طبقات ولایت میں حسب مراتب من جانب اللہ فائز ہو جاتا ہے۔ جیساکہ حضرت شاہ سید محمد نور بخش فرماتے ہیں۔

وهم في امة محمد عليه الصلواة و السلام اكثر من ثلاث مائة الف والعالم لايخلو من بركاتهم طرفة عين ـ قال (رسول الله) عليه الصلواة والسلام لولاالابرار لهلك الفجار ـ اولهم علي وخاتمهم مهدي.

حضرت محمد ﷺ کی امت میں ان اولیاء کرام کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ دنیا ان کے فیوض وبرکات سے ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہیں ہو سکتی جیساکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر نیکوکار لوگ موجود نہ ہوتے تو بدکار لوگ تباہ ہو جاتے۔ ان میں آدم الاولیاء علی علیہ السلام ہیں اور خاتم الاولیاء حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔

(رسالہ اعتقادیہ ص ۵۱)

صوفیہ کے نزدیک اولیاء اللہ کے طبقات کے نام اور ان کی تعداد یوں بتائی گئی ہے۔

ا۔ ابدال کی تعداد ۳۰۰ ہے۔
۲۔ ابطال کی تعداد ۴۰ ہے۔
۳۔ سیاح کی تعداد ۷ ہے۔
۴۔ اوتاد کی تعداد ۵ ہے۔
۵۔ افراد کی تعداد ۲ ہے۔
۶۔ قطب کی تعداد ا ہے۔

(العروۃ لاهل الخلوۃ والجلوۃ)

اہل صوفیہ کے نزدیک قطب دو طرح کے ہوتے ہیں۔

ا۔ قطب الارشاد
۲۔ قطب الابدال

قطب الارشاد کے سات طبقے ہیں۔

ا۔ طبقہ طالبین
۲۔ طبقہ مریدین
۳۔ طبقہ سالکین

۴۔ طبقہ سائرین

۵۔ طبقہ طائرین

۶۔ طبقہ واصلین

۷۔ قطب

قطب الارشاد ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے جس کا دل قلب محمد ﷺ پر ہوتا ہے۔ قطب الارشاد کے ماتحت اولیاء کی تعداد تین سو پینسٹھ ہے اور قطب الابدال اور ان کے ماتحت اولیاء کی تعداد تین سو چھپن ہے اور قطب الابدال کے بھی چھ طبقے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ بے شک اللہ کے واسطے تین سو نفر ہیں جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اور اس کے واسطے چالیس نفوس ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰؑ کے قلب پر ہیں اور اس کے واسطے سات اشخاص ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیمؑ کے قلب پر ہیں۔ اور اس کے واسطے پانچ نفر ہیں جن کے قلوب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کے واسطے تین نفر ہیں جن کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کے واسطے ایک نفر ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔

ان افراد کے وصال حق کی صورت میں حکم خداوندی کے تحت نچلے درجات میں سے ترقی دی جاتی ہے اور ان کو منصب پر فائز کیا جاتا ہے۔

بہر حال یہ اولیاء کرام کے طبقات اور ان کی تعداد کا مختصر تذکرہ تھا جسے تعلیمات صوفیہ نوربخشیہ کی روشنی میں اہل تصوف و عرفان کے دلدادوں کی خاطر لکھا گیا۔

(جاری ہے)

جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی
مرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک
اقبال

بقیہ

دو عالم ﷺ نے ابن صائد سے پوچھا "تم کیا دیکھ رہے ہو؟" تو صائد نے کہا کہ میں پانی پر ایک تخت دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تخت ابلیس کا تخت ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ایسے خرق عادات دجال کو بھی حاصل ہوتے ہیں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ وہ زندوں کو مارتا ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

تاہم جن چیزوں کو حقیقت میں کرامات کہتے ہیں وہ سوائے اہل دین کے کسی کو حاصل نہ ہوں گے کیونکہ یہ کشف روحی کے بعد مکاشفات خفی میں ظہور ہوتے ہیں۔ روح اگرچہ کافر اور مسلمان دونوں کی ایک ہے مگر مقام خفی روحی خداوندی ہے جو خاصان خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

(مرصاد العباد ص ۳۱۷)

باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

و کذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ماالکتاب و لا الایمان ولکن جعلنا له نورا یهدی به من نشاء من عبادنا ۔ وانک لتهدی الی صراط المستقیم ۔ صراط الله الذی له ما فی السموات و ما فی الارض الا الی الله تصیر الامور

(سورۃ الشوریٰ آیت ۵۲)

اور اسی طرح ہم نے آپ پر زندگی (قرآن) اپنے حکم سے بھیجی۔ اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل۔ ہاں ہم نے اسے نور بنایا اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو، اللہ کا وہ راستہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ خبردار سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

علمائے نوربخشیہ سے اپیل ہے کہ وہ نوائے صوفیہ سے قلمی تعاون کرتے ہوئے اپنی نگارشات بغرض اشاعت ارسال کریں۔ (ادارہ)

روح اور روحانیت (گزشتہ سے پیوستہ)

قلب اور اقسام قلب

انور الکوزی فاضل عربی - بی اے بی ایڈ

مراتب قلوب

دل اپنی خاص مادیت کے اعتبار سے تو جمے ہوئے خون کا ایک لوتھڑا ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ باعتبار قوت، مقام و مرتبہ و صلاحیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان درجات اور اطوار کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ذیل میں عوام الناس کی صحیح معرفت کی خاطر ان اطوار کا الگ الگ تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

غوث المتاخرین شاہ سید محمد نور بخش ؒ نے اطوار قلب کو سات ناموں سے موسوم فرمایا ہے۔

نفسی، قلبی، سری، خفی، حقی، روحی اور غیب الغیوبی

ان اقسام کا تعارف پیش کرتے ہوئے ہم قارئین کو عرفاء اور صلحاء کے بیانات سے بھی مطلع کرنے کی کوشش کریں گے۔

نفسی :

نفس جب نفاق و نفرت اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاتا ہے تو اسے مقام آگاہی اور ہوشیاری حاصل ہو جاتا ہے اور ریاضت اور مجاہدوں کے ذریعے کشف اور مشاہدہ کے انوار روشن ہونے لگتے ہیں۔ اس طرح اس کا دل روشن اور بینا ہو جاتا ہے۔ پھر اس حال میں سالک کے دل کا کونہ قفس باطن میں باآواز بلند ذکر کرنے لگتا ہے یعنی دل ذکر دل کے ساتھ دھک دھک کرے گا اور اسی آواز سے کلمہ لا الہ الا اللہ عام حالت میں سننے والوں کو سنائی دینے لگے گا۔

(رسالہ نوریہ قلمی)

مرصاد میں مرقوم ہے کہ جب مرید صادق شریعت کے حقیقی لباس کو زیب تن کر کے متابعت سنت کی خوشبوؤں سے طریقت کے پھولوں کو منتخب کرتا ہے۔ تو اسے دیدۂ عقل حاصل ہو جاتا ہے۔ اور عقل پردوں کے اٹھنے اور الجھنوں کے کھلنے کے ساتھ ساتھ معقول معانی کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور مرید کو معقولات کے اسرار سے کشف ہونے لگتا ہے اور اس کشف کو کشف نظری کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قابل اعتبار چیز نہیں ہوتی۔ اس لئے جو چیز فکر کے اندر موجود ہوتی ہے وہ ظاہر تو نہیں ہوتی بلکہ اس پر اعتبار کیا جاتا ہے

اکثر حکماء اور فلاسفہ مخمصے میں کھو گئے اور اپنی ساری طاقتیں صرف عقلی صفائی اور معقولات کے ادراک میں صرف کر دیں اور اسی کو حقیقت کا حصول جانا۔ دوسرے معارف و معلومات سے بے خبر ہونے کی بنا پر اصولی اور عرفانی معاملات سے انکار کر بیٹھے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا سبب بن گئے اور خود بھی گمراہ ہو گئے۔

وقد ضلوا من قبل واضلو كثيرا (سورة المائده ۸۰)

قلبی :

دل جب تمام ضلالت و گمراہی اور کفر و نفاق نیز تمام قباحتوں سے نجات پانے کے بعد مکمل ایمان و ایقان کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو جاتا ہے اور تمام امراض سے شفا حاصل کر لیتا ہے تو وہ موتوا قبل ان تموتوا یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ سے عبرت حاصل کر کے اور دنیا کی محبت کی کج نظری سے نکل کر بصیرت کی زندگی کو پالیتا ہے اور دنیا کی بے ثباتی سے پھر کر عشق الٰہی کی ثابت قدمی حاصل کر لیتا ہے۔ دل اپنے اندر سے غرور و نخوت کے کانٹوں کو

نکال کر وہ امر خداوندی کی رعایت و پاسداری کر لیتا ہے۔ ایسا بندہ خود نمائی اور ریاکاری سے مبرا ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گا اور نہ صرف اس کے صفائے قلب میں اضافہ ہو گا بلکہ حالت قلب سے ترقی پا کر وہ مقام سر سے سرفراز ہو جائے گا۔

(رسالہ نوریہ قلمی)

یعنی سالک کو جب کشف معقولات پر عبور حاصل ہوتا ہے تو اسے قلبی کشف ہونے لگتے ہیں۔ اس کشف کو شہودی نام دیا جاتا ہے اور مختلف انوار ظہور ہونے لگتے ہیں اور دل حقائق و معارف الٰہی میں کھو جاتا ہے اسے حضوری نام دیا جاتا ہے۔ یہ انتباہ کی اصل صورت ہے۔

سری:

حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ فرماتے ہیں کہ جہالت و اعتقادات فاسدہ، ظاہر پرستی کے مردار، صوری ناپاک خیالات اور غیر اللہ کی یادوں سے سر کی صفائی کرنے سے مقام سر حاصل ہوتا ہے جب سالک سر معرفت کے نور اور حقیقت کے علوم سے منور اور مزین ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کے ذکر میں اتنا مشغول رہنے لگتا ہے کہ غیر اللہ کی یاد چھوڑ دیتا ہے۔ جمعیت خاطر اور صفائے باطن کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

(رسالہ نوریہ قلمی)

اور اس منزل سے ترقی حاصل کر کے "روح" کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ اسے کشف ہونے لگتے ہیں اس کشف کو کشف الہامی کہتے ہیں۔ اسرار آفرینش اور ہر چیز کے وجود کی حکمت عیاں ہونے لگتی ہے۔

ای کردہ غمت غارت ہوش دل ما
درد تو زدہ خانہ فروش دل ما
سری کہ مقدساں ازاں محرومند
عشق تو فروگفت بگوش دل ما

اے محبوب تیرے غم نے ہمارے دل کو اتنا غارت کیا ہے کہ تیرے درد کی بیماری کے باعث سارا گھر ہم نے لٹا دیا ہے اور سر ایسا مقام ہے کہ فرشتے اس سے محروم ہیں۔ یہ راز تیرے عشق نے ہمیں بتایا ہے۔

روح:

سالک جب مقام سر سے ترقی حاصل کر لیتا ہے تو وہ مقام روح کی منزل سے آشنا ہو جاتا ہے۔ ہمت کی پستیوں سے نکل کر بلند ہمتی کی طرف عالم سفلی سے عروج پا کر عالم علوی کی طرف پرواز کرے گا۔ جب روح کا شاہین ہمت کے پروں کو پھیلاتا ہے اور عالم ملکوت کی انتہا تک اڑتا ہے تو حق کی طرف کثرت کے بندھنوں سے آزاد ہو کر جاتا ہے اور ان بندھنوں سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے۔

(رسالہ نوریہ قلمی)

پھر مکاشفات روحی ہونے لگتے ہیں اور اسے کشف روحانی کہا جاتا ہے۔ اس دوران آسمان کی رفعتوں اور زمین کی وسعتوں کے حالات جنتوں اور جہنموں کے واقعات اور فرشتوں کو دیکھنے اور ان سے کلام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

(مرصاد العباد)

خفی:

دل کے اس انداز میں تمام رنگوں کی ہیئت میں تبدیلی آتی ہے اور سیاہ رنگ منتقل ہو کر تمام معینات منتشرہ عالم جبروت کی وحدت میں داخل ہو جاتے ہیں اس وقت خفی کے طاؤس شوق و محبت کے پروں سے عالم جبروت کی وسیع فضا میں اڑنے لگتے ہیں اور عرش اور اس سے متعلق اشیاء قدموں کے درمیان معلوم ہونے لگتی ہیں۔

حقی:

اس مقام پر زمان و مکان کے تمام پردے اٹھ جاتے ہیں۔ گزرے ہوئے واقعات حال کے عالم میں ملاحظہ ہوتے ہیں۔ ابتداء آفرینش کے جملہ موجودات اور اس کے مراتب بھی نظروں سے گم نہیں رہتے اور جو کچھ زمانہ مستقبل میں واقع ہونے والا ہے اس کا بھی

ادراک حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

عرضت علی الجنۃ فرایت اکثر اھلھا المساکین و عرضت علی النار فرایت اکثر اھلھا النساء۔

مجھے جنت کا نظارہ کرایا گیا تو میں نے دیکھا کہ جنت والوں کی اکثریت مساکین کی تھی اور جب دوزخ کا نظارہ کرایا گیا تو میں نے دیکھا دوزخیوں کی اکثریت عورتیں تھیں۔

چنانچہ دنیاوی زمان و مکان کے حجابات ختم ہو جائیں تو اخروی زمان و مکان کے انکشافات ہونے لگتے ہیں۔

ایسے ہی جب جہتوں کے حجاب اٹھ جاتے ہیں تو آگے پیچھے کی تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آنحضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

یاایھا الناس انی امامکم ولا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا ترفعوا رؤسکم فانی اریکم من امامی و خلفی۔

(بخاری شریف، ابوداؤد)

اے لوگو میں جب تمہاری نمازوں کا امام ہوں تو تم مجھ سے رکوع اور سجدے میں آگے نہ نکلو نہ ہی تم اپنے سر کو (سجدوں) سے مجھ سے پہلے اٹھاؤ۔ میں یقیناً آگے اور پیچھے دونوں کو برابر دیکھ پاتا ہوں یعنی میرے لئے آگے اور پیچھے کا کوئی فرق نہیں ہے جس طرح سامنے سے دیکھ لیتا ہوں اسی طرح پیچھے کی جانب بھی برابر دیکھ لیتا ہوں۔

یاد رہے کہ اولیاء کرام کے تمام درجات اور اسرار و رموز نیز اطوار سبعہ قلبیہ اور انوار متنوعہ غیبیہ از خود حضور دو عالم ﷺ کا فیض ہے اور آپ ہی شریعت کی متابعت کے اثرات ہیں جسے اہل صوفیہ واردات روحانی و قلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کے ہی طفیل ہے اور آپ ﷺ ہی کی برکات عظیمہ کا اثر ہے۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو آپ میں موجود نہ ہو اور نعوذ باللہ اسے

اولیاء اللہ نے پالیا ہو۔ اگر ایسی بات کا اظہار کیا جائے تو یہ سراسر خرابی ایمان کا باعث ہے اور تعلیمات اسلامی کے منافی ہے اور اظہار کفر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنہ فانتھوا

جو کچھ تمہیں رسول ﷺ دیں اسے پکڑو اور جن چیزوں سے منع کریں ان کو چھوڑ دو۔

واضح رہے کہ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام نے واردات قلبی اور انوارات کی جو باتیں کہی ہیں وہ سب آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت پاک سے ماخوذ اور مستفاد ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہی تمام معارف و حقائق اسلامی کے منبع اور سرچشمہ ہیں۔ آپ ﷺ کے مہر درخشاں وجود کی یہ کرنیں ان فرزندان توحید کو بھی حاصل ہوں گی جو آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سیرت طیبہ کا نمونہ بن جائیں اور جن کے عمل اور ایمان کا وطیرہ پک جائے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

غیب الغیوبی :

اطوار سبعہ قلبیہ کا آخری مقام و منزل غیب الغیوبی ہے۔ یعنی مقام خفی کا پرندہ جب عالم جبروت سے اڑتے ہوئے عالم لاہوت کی سرحدوں پر پہنچ جاتا ہے تو اسے فنا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ عنقا صفت بن جاتا ہے اور جسم اور روح کے تعین سے مکمل طور پر نکل جاتا ہے اور عمری قید و بند سے بھی خلاصی اور رہائی پا کر رحمانی خلعت زیب تن کرتا ہے اور اسے بقاباللہ حاصل ہو جاتی ہے۔

(رسالہ نوریہ قلمی)

سالک اس مقام پر جب وارد ہوتا ہے تو اکثر خرق عادات جنہیں کرامات کہتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں۔ غیبی اطلاعات کا دل پر پہنچنا، پانی پر چلنا، آگ کا اثر نہ کرنا، ہوا میں اڑنا، زمین کے (طویل فاصلوں کا چشم زدن میں) طے کرنا، وغیرہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ کرامات کی قسموں میں سے ہیں جو قابل اعتبار چیزیں تو نہیں ہوتیں کیونکہ دین دار اور بے دین سب کو اس قسم کے حالات سے پالا پڑتا ہے۔ چنانچہ فخر

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر فاضل عربی

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید ترین سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ بعض حضرات ایسے سوالات بھی ارسال کرتے ہیں جو رسالے کے پچھلے شماروں میں آچکے ہوتے ہیں لہٰذا ایسے سوالات کے جوابات مکرر شائع کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کسی کو کسی سوال کے جواب کی مزید وضاحت مطلوب ہو تو اس کی مزید وضاحت کی جاسکتی ہے۔

اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات:

سوال نمبر ۱۔ کیا کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روک سکتا ہے؟

سوال نمبر ۲۔ اعتکاف پر عمل پیرا ہونے والوں کو کافر کہنا کیسا ہے؟

سوال کنندگان:

۱۔غلام محمد غالب ۲۔بابو نذیر حسین

ساکنان منڈیک گھر کو

سوال نمبر ۳۔ کسی غیر مسلم ملک کی طرف سے بطور امداد دی جانے والی خوردنی اشیاء ہم بحیثیت مسلمان استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۴۔ ولدِ زنا کو معاشرے میں کیا مقام حاصل ہے؟

سوال نمبر ۵۔ مقدمہ بازی میں حاصل شدہ چیز کو راہ خدا میں صرف کرنا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۶۔ کیا گزشتہ زکوٰۃ الفطر کو آئندہ کی زکوٰۃ الفطر کے ساتھ دے دیا روا ہے؟

سوال نمبر ۷۔ مہر اور جہیز کی حدبندی کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سوال نمبر ۸۔ طلاق دینے کے باوجود بیوی شوہر کے گھر میں اقامت پذیر رہے تو کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۹۔ کیا سجدہ گاہ کے لئے جگہ کا ہموار ہونا شرط ہے؟

سوال نمبر ۱۰۔ نماز گزار کے سامنے کوئی شخص سویا ہوا ہو تو نماز جائز ہو سکتی ہے؟

سائل جی ایم زاہد چھورٹ

جوابات:

جواب نمبر ١۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اس میں نماز پڑھنے سے روکنا ازروئے قرآن سب سے بڑا ظلم قرار پاتا ہے۔ ایسے ظالم کا ٹھکانہ بالکل واضح ہے۔

جواب نمبر ٣۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتکاف پر عمل پیرا رہنے والوں کو کفر کی طرف منسوب کرنا جائے خود موجب کفر ہے۔

جواب نمبر ٤۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

جی ہاں۔ غیر مسلم ممالک سے مسلم ممالک کو بطور امداد ملنے والی خوردنی اشیاء کا استعمال مسلمانوں کے لئے شرعاً روا ہے۔ بشرطیکہ یہ خوردنی اشیاء حلال ہوں اور ان میں حرام کی آمیزش نہ ہو۔

جواب نمبر ٥۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولد زنا کو معاشرے میں عام حالات میں وہی حیثیت حاصل ہے جو دوسرے لوگوں کو حاصل ہے۔ شرعاً ولد زنا کے ساتھ ایک امتیازی سلوک یہ رکھا گیا ہے کہ وہ امامت نماز کے لئے اہل نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے ولد نکاح کا ہونا ضروری ہے۔ وہ خطیب کا کردار ادا کر سکتا ہے۔ گویا وہ صرف محراب کے لئے نااہل ہے منبر کے لئے نہیں۔ دیگر جملہ معاملات میں وہ دوسروں کی طرح آزاد اور خود مختار ہے۔

جواب نمبر ٦۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے

آپ نے زکوۃ الفطر کی ادائیگی اپنے وقت پر نہ کی ہو تو وہ قضا شمار ہوتی ہے۔ ائندہ موقع تک اگر آپ نے ادا نہیں کی اور آپ زکوۃ الفطر کی قضا ادائیگی کو اس کی ادا ہوئے جانے کے ساتھ ساتھ دینا چاہیں تو یہ بھی روا ہے۔ آپ کے لئے ایک ہی نیت ادا کافی ہے۔ آپ کو مزید کسی قضا والی نیت کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ آپ کا قصد قلبی اس بارے میں کافی ہے کہ آپ گزشتہ سال کی قضا شدہ زکوۃ الفطر بھی ساتھ ساتھ دے رہے ہیں۔

جواب نمبر ٧۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہر اور جہیز کی شرعاً کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے۔ یہ فریقین کی اپنی اپنی مرضی اور صوابدید پر منحصر ہے۔

جواب نمبر ٨۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر طلاق رجعی ہو تو اس صورت میں وہ شوہر کے گھر ٹھہر سکتی ہے۔ اگر شوہر نے عدت رجعیہ کے دوران ازدواجی تعلقات قائم کیے تو اس صورت میں طلاق سے رجوع کرنا ثابت ہو جاتا ہے۔ وہ پھر سے اس کی بیوی بن جائے گی۔ اگر شوہر نے ازدواجی روابط میں گنا جانے والا کوئی اقدام نہ کیا اور مطلقہ کی عدت گزر جائے تو پھر اسے نکل جانا ہی پڑے گا۔ ہاں اگر دونوں پھر سے نکاح پر رضامند ہوں تو ازسر نو نکاح خوانی کا مرحلہ طے کرنا پڑے گا۔

جواب نمبر ٩۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

سجدہ گاہ کے لئے جگہ کا ہموار ہونا شرط نہیں ہے۔ پوری پیشانی یا پیشانی کا کچھ حصہ جائے سجدہ پر جم جانا ضروری ہے۔ پیشانی کھلی ہونے کی صورت میں جائے سجدہ پر جم جانا چاہیے۔ اگر پیشانی پگڑی اور ٹوپی وغیرہ سے پوشیدہ ہو تو سجدہ درست نہ ہوگا۔

جواب نمبر ١٠۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر نماز گزار کے سامنے کوئی شخص محو خواب ہو تو کوئی حرج نہیں۔ نماز جائز ہوتی ہے۔ اگر وہ بیدار ہو اور نماز گزار کی طرف منہ کیے ہوئے ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

اخبار التصوف

دنیائے تصوف کی خبریں

جی ایم معروفی

آغا سید سرموی کا سانحہ ارتحال

معروف عالم دین ... سید محمد سرموی گزشتہ دنوں مختصر علالت کے بعد اپنے گاؤں سرموں میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی وفات کی اطلاع قدرے تاخیر سے موصول ہونے کی وجہ سے گزشتہ شمارے میں شائع نہ ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔

صوبیدار محمد اسماعیل سرمیکی کی ریٹائرمنٹ

نوائے صوفیہ کے قلمکار صوبیدار محمد اسماعیل سرمیکی اپنی مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد گزشتہ دنوں ریٹائر ہو گئے۔ ملک و قوم کے لئے ان کی اعلیٰ خدمات اور موجودہ حالات میں باوقار طریقہ پر ریٹائرمنٹ پر متعدد شخصیات نے ان کے گھر جا کر انہیں مبارک باد پیش کی۔

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن بلغار کے سالانہ انتخابات

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن بلغار ہونپوا کے زیر اہتمام ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں سال ۱۹۹۹ کے لئے مندرجہ ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

۱۔ محمد ابراہیم ناظم اعلیٰ
۲۔ علی بھو صدر
۳۔ عبدالحمید خالد نائب صدر
۴۔ شبیر حسین جنرل سکریٹری
۵۔ اکبر خان نائب سکریٹری
۶۔ داؤد علی عاشق حسین
۷۔ فرمان علی لائبریرین

خوشخبری

عوام کے اصرار پر نوربخشی بھائیوں کی سہولت کے لئے ڈاکٹر ایم۔ اے شاہد نے مفت علاج کا اہتمام کیا ہے۔ ہر قسم کے امراض کے علاج کے لئے تشریف لائیں۔ دوائی و مشورہ مفت ہوگا۔ مریضوں کی سہولت کے لئے بعد از نماز جمعہ جامع مسجد نوربخشیہ اسلام آباد میں بھی مشورہ کیا جا سکتا ہے۔

اوقات مشورہ شام ۴ بجے تا رات ۸ بجے

مکان نمبر 14 بلاک نمبر 5 ڈی I-9/4 اسلام آباد

ویلفیئر فنڈ کے لئے ہر مریض کو مبلغ دس روپے ادا کرنے ہوں گے۔

نوربخشی دانشور متوجہ ہوں

نوائے صوفیہ کی وساطت سے تمام نوربخشی سکالرز، ادیبوں اور طالبعلموں کی توجہ انٹرنیٹ کی جدید سہولت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ انٹرنیٹ نے پوری دنیا کو سمٹ کر یک جا کر دیا ہے۔ ہم انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا کی سیر کر سکتے ہیں اور اپنے کمرے میں بیٹھ کر دنیا کی کسی بھی لائبریری سے اپنی مطلوبہ معلومات چند لمحوں میں حاصل کر سکتے ہیں۔ جس طرح مصنوعات کی مقبولیت کے لئے تشہیر ضروری ہے اسی طرح مسلک نوربخشیہ کی تعمیر و ترقی کے لئے بھی اس کی تعلیمات کی تشہیر بہت ضروری ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ انٹرنیٹ پر جہاں دنیا کے تمام مسالک کے متعلق معلومات فراہم ہوتی ہیں وہاں صوفیہ نوربخشیہ کے بارے میں کوئی مواد دستیاب نہیں ہے جب کہ اس مسلک کے عقائد و اعمال بصد افتخار بین الاقوامی سطح پر لانے کے قابل ہیں اور ہمارے اہل قلم جدید زبانوں سے واقف بھی ہیں۔

اکیسویں صدی کی دہلیز پر میری تمام نوربخشی اہل قلم سے درخواست ہے کہ وہ جدید ٹیکنالوجی کو بروئے کار لا کر دنیا کے گوشے گوشے میں دین حق کا پرچار کریں۔ اس سلسلے میں جو اہل علم بھی صوفیہ نوربخشیہ سے متعلق عقائد و اعمال اور بزرگان دین کی سوانح عمری پر مشتمل مضامین انگریزی میں لکھ کر مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کریں۔ شکریہ۔

ایم وائی برلوی

A/E-1 -80 مین بلیوورڈ گلبرگ نمبر 3 لاہور

مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون سے تعاون کی اپیل

حمد اللہ مخلص دینی بھائیوں اور کارکنوں کے جہد مسلسل اور جذبہ ایمانی سے سرشار اہل صوفیہ نوربخشیہ کے جانی و مالی تعاون کی بدولت امبازی ضلع ڈیرہ دون میں ۲۱ مارچ سے درس و تدریس کا آغاز ہو چکا ہے جہاں تیس طلباء دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ مدرسہ ہندوستان کے اہل صوفیہ نوربخشیہ کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ہے۔ تمام اقامتی طلباء کی تعلیم و تربیت، خوراک، پوشاک اور رہائش کا مفت بندوبست موجود ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کی عمارت کی تعمیر بھی جاری ہے لہذا تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ سے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں مقیم ہوں اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے صدقات، فطرہ، زکواۃ اور چندہ جات سے تعاون فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ تاکہ مستقبل میں یہ درسگاہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ اور اسلام کا مضبوط نظریاتی قلعہ ثابت ہو۔

تعاون کے طالب

۱۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ ویلفیر آرگنائزیشن امبازی

۲۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ ویلفیر آرگنائزیشن پرتاپور نورا

قارئین نوائے صوفیہ متوجہ ہوں

قارئین نوائے صوفیہ اور رسالے کے مستقل خریداروں کی اطلاع کے لئے گزارش کی جاتی ہے کہ گزشتہ شمارے میں خط و کتابت کا پتہ تبدیل کیا گیا ہے۔ یہ خطوط علامہ صاحب کے پتے پر یا جناب ہومیو ڈاکٹر محمد علی شاہد صاحب کے پتے پر ارسال کئے جا سکتے ہیں (جن کا پتہ اوپر درج ہو چکا ہے)۔ البتہ منی آرڈر حسب سابق پرانے ایڈریس پر ارسال کئے جائیں جو قارئین کی سہولت کے لئے ذیل میں مکرر درج کیا جاتا ہے۔

فلیٹ نمبر 7 بلاک نمبر 14 کیٹگری فور سیکٹر I-8/1

اسلام آباد پاکستان

اہل صوفیہ نوربخشیہ سے اپیل

تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ سے اپیل کی جاتی ہے کہ مسلک نوربخشیہ کے واحد ترجمان "ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل" کو مالی بحران سے نکالنے اور ہمیشہ جاری و ساری رکھنے کی غرض سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کے مستقل خریدار بن جائیں۔

نامۂ سالک

قارئین کے خطوط

ہومیو ڈاکٹر ایل ایل شاد

بانی مجلہ نوای صوفیہ علمبردار علوم و فنون اسلام آقای دکتر غازی محمد نعیم ادیب و طبیب سلمہ اللہ تعالے

سلام و دعا و احترام تقدیم می دارم

امیدوارم همیشہ سلامت و خوش و خرم باشید۔ از اینکہ ہمیشہ نوای صوفیہ علمبردار اسلام و حقیقت را برای ما می فرستید، بسیار متشکرم۔ ایک قصیدہ "مطلع انوار حق آمد نوای صوفیہ" را تقدیم می دارم۔ امیدوارم قبول فرمایید۔ از شما متشکرم کہ "بعثت نامہ" را چاپ کردہ اید۔

خادم العلم و العلماء و الادباء

دکتر محمد حسین تسکین رھا

رسالہ "نوائے صوفیہ" نہ صرف نوربخشی مکتب فکر کے ہاں مقبول ہے بلکہ تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اسے بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ اب رسالے کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں۔ سالانہ چندہ ارسال کر دیا ہے۔

اقبال حسین خپلوی 5NLI

رسالے کا مستقل خریدار اور قاری ہوں۔ رسالے کا سالانہ چندہ جمع کر دیا ہے۔ برائے مہربانی ترسیل جاری رکھیں۔

استاد غلام محمد سوغا خپلو

اس سے قبل تین خط لکھ چکا ہوں مگر شائع نہیں ہوئے۔ نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں اور اس رسالے کی ترقی کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔ اللہ تعالی اسے مزید ترقی دے۔

گلزار حسین باشاہ کراچی

ناچیز نوائے صوفیہ کا دیرینہ قاری ہے۔ جب یہ رسالہ پڑھنے کو نہیں ملتا تو دل بے سکون رہتا ہے۔ خصوصاً علامہ محمد بشیر صاحب اور ڈاکٹر غازی صاحب کے مضامین پڑھ کر سکون میسر ہوتا ہے۔

شیر علی کھانسر اردو کالج کراچی

احباب خیریت سے ہوں گے۔ نوائے صوفیہ کے لئے نئے خریدار بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کام کے لئے رسید بک ارسال کریں تاکہ ہم عملی میدان میں جہاد کر سکیں اور کچھ نہ کچھ حق خدمت ادا کر سکیں۔

م۔ ش کورودی سکردو

کئی خط ارسال کئے تھے مگر شائع نہ ہو سکے۔ نوائے صوفیہ کہیں نہ کہیں سے لاکر پڑھتا ضرور ہوں۔ رسالے کے سلسلے میں حاجی محمد علی دہ غدانگ سے رابطہ رکھتا ہوں جو کتابیں آپ نے ارسال کی تھیں وہ انجمن کو مل گئی ہیں لیکن تاریخ کشمیر میں سے کسی نے چند صفحات نکال لئے ہیں۔ مفتی عبداللہ صاحب کا ایک خط غلام محمد صوفی کو مل گیا ہے۔

عبدالحمید غازی ناقشی

جواب۔ غازی بھائی۔ آپ لوگوں کے خطوط کو ہم خصوصی اہمیت دیتے ہیں اور ضرور شائع کرتے ہیں۔ آپ کا ایک خط ملا تھا وہ ۱۹۹۷ء شائع ہو گیا تھا۔

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ اس رسالے کی بدولت نور بخشی قوم میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی ہے اور دنیا بھر میں مقیم تصوف کے پروانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کا موقع ملا ہے۔ چند سوالات ارسال خدمت ہیں جواب سے نوازیں۔

محمد علی خپلوی

نوائے صوفیہ کے کارکنوں کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہوں۔ نوائے صوفیہ شمارہ نمبر ۴۶ میں چند پروف ریڈنگ کی کچھ غلطیاں نظر سے گزریں۔ مہربانی اس طرف توجہ دیں۔

نائیک محمد تقی ہدی خپلو

کارکناں نوائے صوفیہ کے شب و روز کی محنت سے رسالہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل سطح پر مقبول ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک اس کی اشاعت کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے۔ یہ ملت نوربخشیہ کے لئے مشعل راہ ہے۔ اس رسالے کا ایک ایک ورق جاذبیت اور معجزانہ احساسات کا حامل ہے۔ بے قرار دل اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

جی این اخلاقی ڈگری کالج سکردو

نوائے صوفیہ میرا پسندیدہ رسالہ ہے گو کہ میں مزدور آدمی ہوں ہمارے پاس ضروریات زندگی کے لئے بھی کافی رقم نہیں ہوتی لیکن نوائے صوفیہ خریدنے کے لئے رقم جا ہی لیتا ہوں اب اس رسالے کے عادی سے ہو گئے ہیں۔

احمد علی نور چین خپلو

رسالے کا مستقل خریدار ہوں۔ میرا پتہ تبدیل ہو گیا ہے۔ برائے مہربانی نیا پتہ نوٹ کریں اور اسی پتے پر رسالہ ارسال کریں۔

گلزار حسین ناشاد تھگس

رسالے کا مستقل خریدار ہوں۔ میرا تبادلہ ہو گیا ہے مہربانی رسالے کی ترسیل نئے پتے پر کریں۔

عبداللہ سب انجینیر سکردو

نوائے صوفیہ سے پرانا تعلق ہے لیکن چند مجبوریوں کی بنا پر کچھ عرصہ نوائے صوفیہ سے دور رہا ہوں۔ اس دوران بہت بے چینی رہی۔ اب حالات معمول پر آگئے ہیں اور رسالے سے دوبارہ رشتہ جوڑ لیا ہے۔

انور علی شہزاد کراچی

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں اب مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں۔ طالب علم کی حیثیت سے رعایتی چندہ ارسال کر رہا ہوں۔

محمد موسیٰ کھرفق خپلو

مجموعہ شریعت محمدیہ اور اداریہ رسالہ کی جان ہے تاہم رسالہ میں مضامین کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ قارئین کے لئے دلچسپ اور اصلاح احوال کے مضامین چھپنے چاہئیں۔ تصوف کی خبریں پڑھ کر روحانی سکون ملتا ہے۔ راجہ حشمت اللہ صاحب کی دینی خدمات پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ منگھوپیر کراچی میں دیگر جگہوں کی نسبت رسالہ تاخیر سے ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہاں کے قاری دوسری جگہوں سے لینے پر مجبور ہیں۔ لہذا رسالہ بروقت ارسال کریں۔

عنایت علی شاہد و غلام محمد بسمل کراچی

نوائے صوفیہ قسط ۴۵ کو پڑھ کر ایسا لگا جیسے کوئی گم گشتہ خزانہ ہاتھ آگیا ہو۔آپ لوگوں نے نوائے صوفیہ کے ذریعے ملت نوربخشیہ کو پھر سے زندہ کر دیا ہے کچھ لوگ اس رسالے کی مخالفت کر رہے ہیں لیکن اللہ آپ لوگوں کا حامی و ناصر ہے ۔ ہم آپ سے ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہیں ۔

ایم اقبال شاکر ڈگری کالج سکردو

گلشن تصوف کے سدابہار پھول نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں اور رسالہ ہمیشہ انتہائی عقیدت اور خلوص سے پڑھتا ہوں ۔ شمارہ ۴۵ میں انقلابی اور معیاری مضامین دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ۔

سکندر عباس سکردو

نوائے صوفیہ تاخیر سے ملنے کے باعث بہت پریشانی اٹھانا پڑی ۔ خپلو میں فلچو مشتاق صاحب کے دین حقہ میں شامل ہونے کی خبر سے بہت خوشی ہوئی ۔

رحمت اللہ جامعہ کراچی

ہم آپ کے رسالے کے مستقل خریدار اور قاری ہیں لیکن اس بار ماہ فروری کا رسالہ نہیں ملا۔اب مارچ کا شمارہ مل گیا ہے۔برائے مہربانی فروری کا شمارہ بھی ارسال کریں۔

مکتبہ شباب اسلامی
خواژی بلتستان خریداری نمبر ۶۸۶

میں نوائے صوفیہ کا خریدار بننا چاہتا ہوں ۔ برائے مہربانی مجھے بھی رسالہ ارسال کریں سالانہ چندہ میں جلد ہی ارسال کر دوں گا۔

سخاوت حسین فقیری
دم سم خپلو

میرا تبادلہ ہونے کی باعث پوسٹل ایڈریس بھی تبدیل ہو گیا ہے نیا ایڈریس نوٹ فرمائیں اور آئندہ اسی پتہ پر رسالہ ارسال کریں۔

غلام حسن بلغاری خریداری نمبر ۵۱۳

ماہنامہ نوائے صوفیہ کے مستقل خریدار اور نمائندگان توجہ فرمائیں

۱ ۔ مستقل خریدار حضرات آئندہ خط و کتابت میں اور خصوصاً منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا مکمل پتہ اور خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں۔ خریداری نمبر نہ لکھنے کے باعث ریکارڈ کو چیک کرنا انتہائی طویل اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

۲ ۔ جن مستقل خریداروں کو دو رسالے موصول ہو رہے ہوں یا ان کا پتہ تبدیل ہوا ہو وہ ہمیں اس سے مطلع فرمائیں

۳ ۔ کچھ مستقل خریداروں کی جانب سے رسالہ نہ ملنے کی شکایت موصول ہوتی ہے۔اس سلسلے میں آگاہ کیا جاتا ہے کہ ادارہ کی جانب سے ہر مستقل خریدار کو ہر ماہ رسالہ بھیجا جاتا ہے ۔ اگر نہ ملے تو ڈاک کے متعلقہ حکام سے رجوع فرمائیں۔

۴ ۔ تمام مستقل خریداروں کے خریداری نمبر پتے کے ساتھ تحریر ہیں۔اس نمبر کو ذہن نشین کر کے آئندہ خط و کتابت میں اسی کا حوالہ دیا جائے ۔

۵ ۔ نمائندہ حضرات سے گزارش ہے کہ بقایاجات جمع کرتے وقت مستقل خریداروں سے ان کا خریداری نمبر پوچھ کر تحریر فرمائیں۔ ساتھ ہی نئے اور پرانے خریداروں کی الگ الگ فہرست ارسال فرمائیں۔

۶ ۔ نئے خریدار بننے کے خواہشمند منی آرڈر کوپن پر نئے خریدار ہونے کا تذکرہ کریں اور مکمل پتہ بھی تحریر فرمائیں۔

۷ ۔ جن مستقل خریداروں کا سالانہ چندہ ختم ہو گیا ہے انہیں ریمائنڈر جاری کر دیا گیا ہے اگر کسی نے سالانہ چندہ پہلے ہی جمع کروا دیا ہے تو اس ریمائنڈر کو منسوخ سمجھا جائے ۔ اس سلسلے میں ہمارے نمائندے سے یا براہ راست ادارہ نوائے صوفیہ کو مطلع فرمائیں ۔ یہاں بھی پتہ خریداری نمبر لکھنا نہ بھولئے ۔

نوربخشیوں کے تاریخی ورثے کی

حفاظت کی جائے

بلتستان میں اہل تصوف کا دینی ورثہ دو صورتوں میں موجود ہے۔ اولاً تصوف کے مخصوص عبادات واعمال اور ورد و وظائف اور ثانیاً اہل صوفیہ نوربخشیہ کے عظیم بزرگان سلف کی تعمیر کردہ خانقاہیں اور مسجدیں۔

یہ دونوں چیزیں نوربخشیوں کی مذہبی پہچان اور امتیاز کا اہم ترین ذریعہ ہیں۔ ایک کا وجود باطنی ہے اور دوسری کا ظاہری۔

نوربخشیوں کو ان کے باطنی اور روحانی ورثے سے محروم کرنے کی تمام تر کوششیں رایئگاں ہو جانے کے بعد کچھ عناصر اب ان کے ظاہری ورثے کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں جو خانقاہوں اور مسجدوں کی صورت میں ایک عظیم روحانی اثر اور برکت کو سمیٹے ہوئے سات صدیوں سے موجود ہیں۔ یہ مسجدیں اپنی مخصوص طرز تعمیر اور اعلیٰ چوب کاری کے نمونوں کے باعث ایک عظیم تاریخی ورثہ بھی ہیں جن سے ہمارے اسلاف کے فن تعمیر میں مہارت اور ان کے خلوص اور خداد وستی کا اندازہ ہوتا ہے۔

مذکورہ عناصر نے اولاً ان قدیم خانقاہوں اور مساجد پر دعویٰ ملکیت جتانے کی کوشش کی مگر ناکام ہونے کے بعد ایک اور حربہ اختیار کرنا شروع کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

یہ لوگ پرانی خانقاہوں اور مسجدوں کو بوسیدہ کہہ کر یا آبادی میں اضافے کے لحاظ سے چھوٹا اور ناکافی قرار دے کر انہیں مسمار کرنے اور ان کی جگہ نئی عمارتیں قائم کرنے کی طرف اہل نوربخشیہ کو راغب کرتے ہیں اور اس سلسلے میں خطیر رقم کی پیش کش بھی کرتے ہیں۔ ماضی قریب میں معروفیہ ٹرسٹ نامی تنظیم نے کئی خوبصورت مسجدیں اور خانقاہیں شہید کر کے ان کی جگہ نئی عمارتیں تعمیر کی ہیں اور اہل نوربخشیہ کو ان کے خوبصورت مذہبی ورثے سے محروم کرنے کے علاوہ ان نو تعمیر مسجدوں اور خانقاہوں پر من پسند ناموں کے بورڈ بھی آویزاں کر دیتے ہیں۔

مقام غور ہے کہ یہ عنایت صرف نوربخشیہ مکتب فکر والوں پر ہی کیوں ہوتی ہے؟ اگر بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پوری کرنا مقصود ہے تو قدیم مساجد اور خانقاہوں کو اپنی اصل حالت میں چھوڑ کر نئی جگہ نئی مسجدیں کیوں تعمیر نہیں کی جاتیں یا انہی خانقاہوں سے ملحقہ جگہوں کو مسجدوں کے اندر شامل کر کے گنجائش میں اضافہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ نیز یہ کہ ان مسجدوں پر مخصوص بورڈ کیوں آویزاں کئے جاتے ہیں؟

جہاں جہاں جدت پسندی کی یہ انوکھی کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے وہاں وہاں غریب اہل صوفیہ نوربخشیہ یہ کہنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ من نہ کردم شما حذر بکنید

عبداللہ خان

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

احسان علی دانش

مل کے بولو سبھی یا نبیؐ یا نبیؐ
عاشقو اصل میں ہے یہی بندگی

اسم احمدؐ رگوں میں ہے ، سانسوں میں ہے
اسم احمدؐ دلوں میں ، نگاہوں میں ہے
اسم احمدؐ سے دل کی کلی کھل گئی
مل کے بولو سبھی یا نبیؐ یا نبیؐ
عاشقو اصل میں ہے یہی بندگی

سر جھکاؤ سبھی وقت تعظیم ہے
ایسی تعظیم ہی اپنی تکریم ہے
اسم اعلیٰ احمدؐ ہے نور جلی
مل کے بولو سبھی یا نبیؐ یا نبیؐ
عاشقو اصل میں ہے یہی بندگی

اپنے روضے پہ اب جلد بلوائیے
میری قسمت کھلے ، میری بگڑی بنے
پھر میں سمجھوں گا ہے زندگی زندگی
مل کے بولو سبھی یا نبیؐ یا نبیؐ
عاشقو اصل میں ہے یہی بندگی

دل لگا کر خدایا عبادت کروں
سبز گنبد کی جا کر زیارت کروں
ہے یہی آرزو ، ہے یہی تشنگی
مل کے بولو سبھی یا نبیؐ یا نبیؐ
عاشقو اصل میں ہے یہی بندگی

میں یہاں ہوں مرا دل مدینے میں ہے
یا مدینہ بسا میرے سینے میں ہے
کیسی اچھی ہے احسان یہ عاشقی
مل کے بولو سبھی یا نبیؐ یا نبیؐ
عاشقو اصل میں ہے یہی بندگی